www.KitaboSunnat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام

آزر کی تحقیق
نسب ابراہیم علیہ السلام
قرآن عزیز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ
مستشرقین کی ہرزہ سرائی کا جواب
اسلام کے متعلق باپ سے مناظرہ
ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کے ساتھ معاملہ
بادشاہِ وقت سے مناظرہ
قوم سے مناظرہ اور مخاصمہ
مصر کی جانب سفر
سکونت و قیام قوم کی ہدایت کیلئے اضطراب
ولادت اسمٰعیل علیہ السلام
ابراہیم و ہاجرہ
ارضِ حجاز و ہاجرہ و اسمٰعیل
سارہ و ہاجرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سنتِ ختنہ
چند اہم نتائج
اسحٰق علیہ السلام بناءِ کعبہ

نسب نامہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب نامہ توراۃ میں اس طرح مذکور ہے:۔

ابراہیم علیہ السلام (خلیل اللہ) بن تارخ بن ناحور، بن سروج، بن رعو، بن فالح، بن عابر، بن شالح بن ارفکشاذ، بن سام، بن نوح علیہ السلام۔

یہ تصریح تورات اور تاریخ کے مطابق ہے مگر قرآن عزیز نے ان کے والد کا نام آزر بتایا ہے،

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً (انعام)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا "کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے؟"

آزر کی تحقیق

چونکہ تاریخ اور تورات دونوں ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ بتاتے ہیں اور قرآنِ عزیز آزر کہتا ہے اس لئے علماء اور مفسرین نے اس مسئلہ کی تحقیق میں دو راہیں اختیار کی ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

نام) ہے اور آزر۔ علم وصفی (وصفی نام)

ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ آزر عبری زبان میں "محب صنم" کو کہتے ہیں اور چونکہ تارخ میں بت تراشی و بت پرستی دونوں وصف موجود تھا اسلیئے آزر کے لقب سے مشہور ہوا، اور بعض کا گمان ہے کہ آزر کے معنی اعوج (کم فہم) یا بے وقوف اور پیر فرتوت کے ہیں، اور چونکہ تارخ میں یہ باتیں موجود تھیں اس لئے اس وصف سے موصوف کیا گیا۔ قرآن عزیز نے اسی مشہور وصفی علم کو بیان کیا ہے۔

سہیلی نے روض الانف میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (جلد۱)

اور دوسرے خیال کے علماء کی تحقیق یہ ہے کہ آزر اس بت کا نام ہے تارخ جس کا پجاری اور مہنت تھا، چنانچہ مجاہد (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ قرآن عزیز کی مسطورۂ بالا آیت کا مطلب یہ ہے۔

اَتَتَّخِذُ اٰزَرَ اِلٰهًا ای اتتخذ اصناماً الهة

کیا تو آزر کو خدا مانتا ہے یعنی بتوں کو خدا مانتا ہے؟

اور صغانی کی رائے بھی اس کے قریب قریب ہے، صرف نحوی اعتبار سے تقدیرِ کلام میں وہ ایک دوسری راہ اختیار کرتے ہیں، غرض ان دونوں کے نزدیک آزر "ابیہ" کا بدل نہیں ہے بلکہ بت کا نام ہے اور اس طرح قرآن عزیز میں ان کے والد کا نام مذکور نہیں، ایک مشہور قول یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ تھا اور چچا کا آزر، اور چونکہ آزر ہی نے ان کی تربیت کی تھی اور بمنزلہ اولاد کے پالا تھا اس لئے قرآن عزیز میں آزر کو باپ کہہ کر پکارا گیا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا بھی ارشاد ہے۔

اَلْعَمُّ صِنْوُ اَبِيْهِ

چچا باپ ہی کی طرح ہے۔

علامہ عبدالوہاب نجار کی رائے یہ ہے کہ ان اقوال میں سے مجاہد کا قول قرین قیاس اور قابل قبول ہے اس لئے کہ مصریوں کے قدیم دیوتاؤں میں ایک نام ازوریس بھی آتا ہے جس کے معنی "خدائے قوی و معین" ہیں اور اصنام پرست اقوام کا شروع سے یہ دستور رہا ہے کہ قدیم دیوتاؤں کے نام ہی پر جدید دیوتاؤں میں ایک نام ازوریس بھی آتا ہے جس کے معنی "خدائے قوی و معین" ہیں، اور اصنام پرست اقوام کا شروع سے یہ دستور رہا ہے کہ قدیم دیوتاؤں کے نام ہی پر جدید دیوتاؤں کے نام رکھ لیا کرتے تھے، اس لئے اس بت کا نام بھی قدیم مصری دیوتا کے نام پر آزر رکھا گیا ورنہ حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ تھا، ہمارے نزدیک یہ تمام تکلفاتِ

[illegible]

www.KitaboSunnat.com

ہ یہ دستور رہا ہے کہ وہ کبھی اپنی اولاد کا نام بتوں کا غلام ظاہر کر کے رکھتے تھے اور کبھی خود بت ہی کے نام پر ر رکھ دیا کرتے تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ "آوار" کالدی زبان میں بڑے پجاری کو کہتے ہیں اور عربی میں یہی "آزر" کہلایا۔ تارخ کہ بت تراش اور سب سے بڑا پجاری تھا۔ اس لئے "آزر" ہی کے نام سے مشہور ہو گیا، حالانکہ یہ نام نہ تھا بلکہ ب تھا اور جبکہ لقب نے نام کی جگہ لے لی تو قرآنِ عزیز نے بھی اسی نام سے پکارا۔

نیز جس مقدس انسان (ابراہیم علیہ السلام) کی اخلاقی بلندی کا یہ عالم ہو کہ جب بت پرستی کی مذمت کے سلسلہ آزر سے مناظرہ ہو گیا اور آزر نے زچ ہو کر یہ کہا:

أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ○

اے ابراہیم ---! کیا تو میرے خداؤں سے بیزار ہے تو اگر اس حرکت سے باز نہ آیا میں ضرور تجھ کو سنگسار کر دوں گا اور جا میرے سامنے سے دور ہو جا۔

تو اس سخت گیر اور دل آزار گفتگو کے موقعہ پر بھی اس نے پدری رشتہ کی بزرگی کا احترام کیا، اور جواب میں ف یہ فرمایا:

سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ○ (مریم)

تجھ پر سلامتی ہو میں عنقریب تیرے لئے اپنے پروردگار سے بخشش چاہوں گا بلاشبہ وہ میرے ساتھ بہت مہربان ہے۔

اس ہستی سے یہ کیسے توقع ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے باپ آزر کو بے وقوف پیرِ فرتوت اور اسی قسم کے تحقیر آمیز ظ کے ساتھ خطاب کرے؟

پس بلاشبہ تارخ کا تارخ، آزر ہی ہے اور علم اسمی ہے نہ کہ علم وصفی اور تارخ یا غلط نام ہے اور یا آزر کا ترجمہ جو تورات کے دوسرے اعلام کی طرح ترجمہ نہ رہا بلکہ اصل بن گیا۔ مراتشی سترھویں صدی کا ایک عیسائی عالم اس نے قرآن عزیز کا ترجمہ کیا ہے اور قرآن عزیز پر نہایت رکیک اور متعصبانہ حملے کئے ہیں، اس نے اس فعہ پر بھی عادت کے مطابق ایک مہمل اور لچر اعتراض کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یوزبیوس کی تاریخ (کنیسہ) یک عبارت میں یہ لفظ آیا ہے جس کو غلط صیغہ کے ساتھ محمد ﷺ نے قرآن عزیز میں درج کر دیا۔

www.KitaboSunnat.com

شجرہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام تا حضرت نوح علیہ السلام

تورات اور تاریخ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک نسب کی جو کڑیاں شمار کرائی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ اس شجرہ نسب کی صحت وعدم صحت کا معاملہ قیاسی اور تخمینی رائے سے زیادہ نہیں ہے اس لئے کہ جب نبی اکرم ﷺ کے سلسلۂ نسب کے متعلق اس یقین کے باوجود کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں، عدنان سے اوپر کی کڑیوں کے متعلق خود ذاتِ اقدس کا یہ فیصلہ ہے کہ "کذب النسابون" علماء نسب نے ناموں کی تعیین میں غلط بیانی سے کام لیا ہے"۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرتِ نوح علیہ السلام تک کا سلسلہ کس طرح اس کذب بیانی اور وضع سے پاک رہ سکتا ہے؟

نام	باپ کا نام	بیٹے کی پیدائش کے وقت باپ کی عمر
سام	نوح علیہ السلام	۵۰۰
ارفکشاذ	سام	۱۰۰
شالح	ارفکشاذ	۳۵
عابر	شالح	۳۰
فالج	عابر	۳۴
رعو	فالج	۳۰
سروج	رعو	۳۲
ناجور	سروج	۳۰
آزر (تارخ)	ناجور	۲۹
ابراہیم علیہ السلام	آزر (تارخ)	۷۰
		۸۹۰ مجموعی مدت

ان اعداد و شمار کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے حضرت نوح علیہ السلام تک آٹھ سو نوے سال ہوتے ہیں اور جبکہ حضرت نوح علیہ السلام کی کل عمر نو سو پچاس سال بتائی جاتی ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے ساٹھ سال پائے اور وہ دونوں اس مدت کے اندر معاصر رہے ہیں اور یہ بلاشبہ بے سروپا بات اور قطعاً غلط اور مہمل ہے اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ تورات کے یہ اعداد و شمار محض خود تراشیدہ [illegible]

www.KitaboSunnat.com

یز سے خلاف بے دلیل ان کی تنقید کی تلوار چلتی رہتی ہے ایک موقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت بھی ہے۔

دائرۃ المعارف الاسلامیہ[1] نے ونسنک[2] کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے اسپر نگر[3] نے یہ دعویٰ کیا ہ قرآن میں ایک عرصہ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کعبہ کے بانی اور دین حنیف کے ہادی کی یثیت سے روشنی میں نہیں آئی البتہ عرصہ دراز کے بعد انکی شخصیت کو ان صفات کے ساتھ متصف ظاہر کیا گیا ہے اور ان کی ذات کی خاص اہمیت نظر آتی ہے، چونکہ یہ دعویٰ اپنی اجمالی تعبیر کے لحاظ سے ابھی تشنۂ تکمیل تھا اس لئے ایک طویل زمانہ کے بعد اسپر نگر کے اس دعوے کو سنوگ ہیکر ونیہ نے بڑے شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا ر اپنے مزعومہ دلائل کے ذریعہ اس کو خاص آب ورنگ سے رنگین بنایا۔

اس نے کہا۔

"قرآن پاک میں جس قدر مکی آیات اور سورتیں ہیں ان میں کسی ایک مقام پر بھی اسمٰعیل علیہ السلام کا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رشتہ نظر نہیں آتا اور نہ ان کو اول مسلمین بتایا گیا ہے بلکہ وہ صرف ایک نبی اور پیغمبر کی حیثیت میں نظر آتے ہیں اان کے تذکرہ کی ایک آیت بھی ایسی نہیں ملتی جو ان کو موسسِ کعبہ، اسمٰعیل علیہ السلام کا باپ، عرب کا پیغمبر وہادی' اور ملتِ حنفی کا داعی' ظاہر کرتی ہو، سورۃ الذاریات، النجم، الصافات، الانعام، ہود، مریم، انبیاء اور عنکبوت جو سب مکی سورتیں ہیں ہمارے اس دعوے کی شاہد ہیں۔

اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سرزمینِ عرب میں کوئی نبی نہیں آیا اور یہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

البتہ جب محمد ﷺ کی مدنی زندگی شروع ہوتی ہے تو مدنی سورتوں میں حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کے وقت یہ تمام خصوصیات نمایاں کی جاتی اور اہمیت کے ساتھ روشنی میں لائی جاتی ہیں۔

ایسا کیوں ہوا؟ اور یہ اختلاف کیوں موجود ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مکی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام امور میں یہود پر اعتماد رکھتے اور انھیں کے طریقوں کو پسند فرماتے تھے، لہٰذا اس وقت تک ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کو بھی انھوں نے اسی نظر سے دیکھا جس نظر سے یہود دیکھتے تھے لیکن جب مدینہ پہنچ کر انھوں نے یہود کو اپنے مشن "اسلام" کی دعوت دی تو انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور وہ آپ کے دشمن ہوگئے۔ اب محمد ﷺ نے فکرو تامل کیا اور خوب سوچا، آخر ان کی ذکاوت اور جودتِ طبع

www.KitaboSunnat.com

کے والد، کعبہ کے موسس نظر آتے ہیں" انتہی۔ (Het Meh haa nsoh Feest ص ۲۰)

یہ ہے وہ دعویٰ اور اس کی دلیل جو اسپرنگر، سنوک اور اُنیسنک جیسے اسلام دشمن مستشرقین کی جانب سے محض اس لئے اختراع کیے گئے ہیں کہ اس قسم کی لچر بنیادوں پر مسیحیت کی برتری اور اسلام کی تحقیر کی عمارت تیار ہو سکے اور نیز یہ کہ ابراہیم ؑ کے متعلق یہ ثابت کیا جائے کہ اُن کا عرب کے ساتھ نہ نسلی تعلق ہے اور نہ دینی، لیکن جب ایک مورخ اور ایک نقاد مستشرقین کے اس دعوے اور دعوے کے دلائل کو صرف تاریخی اور تنقیدی حیثیت سے دیکھتا ہے تب بھی اس کو یہ صاف نظر آتا ہے کہ یہ جو کچھ کہا گیا ہے حقائق اور واقعات سے قصداً چشم پوشی کر کے محض عداوت اور بغض و عناد کی راہ سے بے دلیل کہا گیا ہے، اسلئے کہ اس سلسلہ میں سب سے بڑی دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ مکی سورتوں میں حضرتِ ابراہیم ؑ کے متعلق وہ اوصاف نظر نہیں آتے جو مدنی آیات میں پائے جاتے ہیں، مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ سر تا سر غلط بلکہ قصد و ارادہ کے ساتھ علمی بددیانتی ہے کہ مکی سورتوں میں سے صرف اُنہی کا حوالہ دیا گیا ہے جن میں حضرتِ ابراہیم ؑ کو فقط ایک پیغمبر کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے، لیکن وہ مکی سورت جو ابراہیم ؑ کی شخصیت کو ہمہ حیثیت سے نمایاں کرنے کیلئے ان کے نام ہی سے معنون کر کے نازل کی گئی یعنی سورۂ ابراہیم اس کو نظر انداز کر دیا گیا تاکہ قرآنِ عزیز سے براہِ راست فائدہ نہ اٹھا سکنے والے حضرات کے سامنے جہالت کا پردہ پڑا رہے اور اُن کی کورانہ تقلید میں وہ ان کے غلط دعوے کو صحیح سمجھتے رہیں۔

سورۂ ابراہیم مکی ہے، اس کی آیات کا نزول ہجرت سے قبل مکہ ہی میں ہوا ہے اور وہ حسب ذیل حقائق کا اعلان کرتی ہے۔

۱ حضرتِ ابراہیم ؑ عرب (حجاز) کے اندر قیام پذیر ہیں اور خدا کے رسول کی حیثیت سے خود کو اور اپنی اولاد کو بت پرستی سے بچنے اور اُس مقام کو امنِ عالم کا مرکز بنانے کی دعاء کر رہے ہیں:۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ (ابراھیم ع ٦)

اے پروردگار اس شہر (مکہ) کو تو امن کا مرکز بنا اور مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے دُور رکھ۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (ابراھیم ع ٤)

اے پروردگار بلاشبہ ان (بتوں) نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا پس جو شخص میری پیروی کرے وہ میری

www.KitaboSunnat.com

لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ○ (ابراهيم ع ٦)

اے ہمارے پروردگار بیشک میں نے اپنی بعض ذریت کو اس بن کھیتی کی سرزمین میں تیرے گھر (کعبہ) کے نزدیک آباد کیا ہے، اے ہمارے پروردگار یہ اسلئے تاکہ وہ نماز قائم کریں پس تو لوگوں میں سے کچھ کے دل اس طرف پھیر دے کہ وہ (اس کعبہ کی بدولت) ان کی جانب مائل ہوں اور ان کو پھلوں سے رزق عطا کرتا کہ یہ شکر گذار بنیں۔

• حضرتِ ابراہیم علیہ السلام حضرتِ اسمٰعیل و حضرتِ اسحٰق علیہما السلام کے والد ہیں اور یہی اسمٰعیل علیہ السلام اہلِ عرب کے باپ ہیں اور حضرتِ ابراہیم علیہ السلام اپنے اور اپنی اولاد کے لئے ملّتِ حنفی کے شعار "صلوٰۃ" کی اقامت کی دعا کر رہے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ○ (٣٩، ٤٠، ٤١۔ ابراهيم ع ٦)

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحٰق بخشے بلاشبہ میرا پروردگار ضرور دعاء کا سننے والا ہے، اے پروردگار مجھ کو اور میری اولاد کو نماز قائم کرنیوالا بنادے، اے ہمارے پروردگار ہماری دعاء سُن، اے ہمارے پروردگار تو مجھ کو اور میرے والدین کو اور کل مومنوں کو قیامِ حساب (قیامت) کے روز بخش دے۔ (۳۹-۴۰-۴۱) (ابراہیم رکوع نمبر ۶)

ان آیات کا مطالعہ کرنے کے بعد کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کسی شخص کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ ان لغو اور بے سروپا دعووں کی تصدیق کرے جن کو مستشرقینِ یورپ نے اپنی جہالت یا ارادی جھوٹ کے ساتھ علمی تحقیق کا عنوان دیا ہے، کیا یہ آیات مکی نہیں ہیں، اور کیا ان سے وہ سب کچھ ثابت نہیں ہوتا جو مدنی آیات میں مذکور ہے؟

اسی طرح سورۂ ابراہیم کے علاوہ سورۂ انعام اور سورۃ النحل بھی مکی سورتیں ہیں ان میں بصراحت موجود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شرک کے مقابلہ میں ملّتِ حنفی کے داعی ہیں اور ان کی شخصیت اس دعوت میں بہت نمایاں اور ممتاز ہے۔

إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ أَنَا مِنَ

www.KitaboSunnat.com

(اے محمد ﷺ) کہہ دو بلاشبہ مجھ کو میرے رب نے سیدھی راہ کی ہدایت کی ہے جو کج مج راہ سے الگ صاف اور سیدھا دین ہے ملت ہے ابراہیم کی جو تھے ایک خدا کی طرف جھکنے والے اور نہ تھے وہ مشرکوں میں سے۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (النحل)

بیشک ابراہیم تھا توڑا لنے والا حکم بردار صرف ایک خدا کی طرف جھکنے والا اور نہ تھا وہ شرک کرنے والوں میں سے۔

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

پھر وحی کی ہم نے تیری جانب (اے محمد ﷺ) اس بات کی کہ تو پیروی کر اس ابراہیم کی ملت کی جو صرف خدائے واحد کی جانب جھکنے والا ہے اور نہیں ہے مشرکوں میں سے۔

تو کیا ان واضح آیات کے بعد بھی ان دلائل کو دلائل کہنا کوئی حقیقت رکھتا ہے جو اس سلسلہ میں سنوک اور اس کے ہمنواؤں نے بیان کئے ہیں؟ مکی سورتیں ہوں یا مدنی دونوں جگہ ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت ایک ہی طرح نمایاں نظر آتی ہے، وہ دونوں حالتوں میں ملت حنفی کے داعی حضرتِ اسمٰعیل علیہ السلام اور عرب کے باپ، کعبہ کے موسس و بانی اور عرب کے ہادی ہیں، اور اس لئے مستشرقینِ یوپ کا یہ کہنا کہ ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت قرآنِ عزیز کی مکی اور مدنی آیات میں دو جدا جدا صورتوں میں نظر آتی ہے کذب اور صریح بہتان ہے نیز یہ بھی خلاف واقعہ ہے کہ عرب میں رسول اکرم ﷺ کے دعویٔ نبوت سے قبل کوئی بھی پیغمبر نہیں گذرا اسلئے کہ ابراہیم واسمٰعیل اور ہود و صالح علیہم السلام اسی سرزمین کے ہادی و پیغمبر ہیں۔ ان مدعیانِ علم کو تعصب نے ایسا نادان بنا دیا کہ قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرتے وقت یہ بھی خیال نہ رہا کہ اس قسم کے دعوے سے ہم صرف قرآن ہی کی نہیں بلکہ بائبل (تورات) کی بھی تکذیب کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ تورات میں تصریح ہے کہ اسمٰعیل ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور اسمٰعیل ہی عرب کے باپ ہیں اور ابراہیم کی اسی اولاد سے حجاز کی سرزمین آباد ہوئی اور یہ دونوں باپ بیٹے عرب کی نمایاں شخصیتیں ہیں۔

نیز یہ الزام بھی قطعاً بے بنیاد اور لغو ہے کہ "مکہ" کی زندگی میں رسولِ اکرم ﷺ نے یہود اور اُن کے مذہبی امور کی تقلید کی اور جب مدینہ میں پہنچ کر یہود کے انکار اور اُن کے مخالفانہ جذبہ کو دیکھا تو یہود سے الگ ایک نئی یہودیت کی بنیاد ڈالی اور اس کو ملتِ ابراہیمی کا لقب دیا اس لئے کہ مکہ کی زندگی میں تو یہود سے آپ کا سابقہ ہی نہیں پڑا تو پھر مخالفت و موافقت یا اتباع کا سوال ہی کیا، البتہ مدینہ میں آکر آپ ﷺ نے مشرکین کے مقابلہ میں یہود کی جانب زیادہ توجہ فرمائی اور یہ اسلئے کہ اسلام کے عقیدہ کے مطابق دینِ موسوی کے پیرو تھے اگرچہ اس میں

www.KitaboSunnat.com

ب ہی حیثیت میں رکھا۔

اس پر نگر سنوک اور ان کے ہمنوا اتنی صاف بات سمجھنے سے بھی قاصر ہیں یا عمداً سمجھنا نہیں چاہتے کہ جبکہ ت ابراہیم ، اسرائیل (یعقوب) کے دادا تھے اور یہود اپنے دین کی نسبت حضرت اسرائیل کی جانب کرتے اور بنی اسرائیل ہونے کی حیثیت سے اس پر فخر کرتے تھے تو ان کا یہ کہنا کہ ابراہیم بھی ی تھے کس قدر مضحکہ خیز تھا، کیا پوتے کے دین کے متعلق کسی طرح یہ کہنا درست ہو سکتا ہے کہ عرصہ دراز گذرے ہوئے دادا کا دین پوتے کے دین کے تابع تھا۔

پس اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے قرآن عزیز نے یہ اعلان کیا:

مَا كَانَ إِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا

ابراہیم نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی البتہ وہ تھے ایک خدا کی جانب جھکنے والے مسلمان۔

مگر ان کور چشموں نے اس کے معنی یہ لئے کہ نبی اکرم مکہ میں تو یہود کے دین پر تھے لیکن مدینہ جا ب یہود نے انکو پیغمبر ماننے سے انکار کر دیا تو یہود کے دین کے مقابلہ میں ذکاوت طبع سے یہودیت ابراہیمی د کرلی۔

سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○

سنوک اور اس کے ہمنواؤں نے اس دعویٰ کی دلیل میں کہ نبی اکرم سے پہلے عرب میں کوئی پیغمبر نہیں ا، قرآن عزیز کی اس آیت کو بھی پیش کیا ہے۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ أَتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ

تاکہ تو (اے محمد) ڈرائے ایسی قوم کو کہ نہیں آیا ان کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا۔

وہ کہتے ہیں کہ اگر ابراہیم و اسمٰعیل عرب کے پیغمبر ہوتے تو قرآن عزیز امت عربیہ کے ق اس طرح محمد سے خطاب نہ کرتا۔

مگر یہ بھی ایک سخت مغالطہ ہے جو قرآن عزیز کے طرز خطابت، اسلوب بیان اور باطل پرستوں کی باطل ق کے خلاف دلائل کی ترتیب سے ناواقفیت کی بنا پر پیدا ہوا ہے یا گذشتہ اعتراضات کی طرح محض بغض و عناد اطر اختیار کیا گیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ أَمَرَنَا بِهَا

مشرکین نے کہا ہم نے اسی (بت پرستی) پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور اللہ نے ہم کو اسی کا حکم دیا ہے۔

تب قرآن عزیز نے ان کے باطل عقائد کی حقیقت کو ان پر واضح کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان کو بتایا جائے کہ کسی دین کے خدائی دین ہونے کے لئے دو ہی قسم کے دلائل ہو سکتے ہیں، یا حسی اور عقلی راہ سے یہ واضح ہو جائے کہ یہ خدا کا دین اور اس کا مرغوب مذہب ہے، اور یا نقلی روایات اس کا قطعی، یقینی اور نا قابلِ انکار ثبوت پیش کرتی ہوں کہ یہ خدا کی بھیجی ہوئی شریعت ہے اور اگر یہ دونوں راہیں کسی دعوے کے لئے بند ہیں تو وہ دعویٰ باطل اور اس کا مدعی کاذب ہے۔

لہٰذا قرآنِ عزیز نے مشرکین کے اس دعوے کی تردید کے لئے آیاتِ قرآنی کے تین حصے کر دیے، ایک حصہ میں ان کے اس دعویٰ کا انکار اور دعوے کی غیر معقولیت کا اظہار کیا اور بتایا کہ مشرکین کا یہ کہنا کہ (ہم کو خدا نے ایسا (شرک) کرنے ہی کا حکم دیا ہے) بالکل غلط اور سر تا سر باطل ہے اس لئے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ أَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (اعراف ع ۳)

بلا شبہ اللہ تعالیٰ بیہودہ خرافات کا حکم نہیں دیا کرتا (اے مشرکین) کیا تم اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

اور دوسرا حصہ ان کے باطل دعوے پر حسی اور عقلی سند کے مطالبہ سے متعلق کیا اور بتایا کہ وہ عقل سے یہ فتویٰ صادر کریں کہ جو کچھ خدا کے ساتھ انھوں نے غلط نسبتیں قائم کر رکھی ہیں اور جن پر ان کے مزعومہ دین کی بنیاد قائم ہے وہ کس طرح صحیح اور اہل عقل کے نزدیک قابل تسلیم ہیں؟ وہ کہتا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ○ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَآئِكَةَ إِنَاثًا وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ ○ أَلَآ إِنَّهُمْ مِّنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ○ وَلَدَ اللّٰهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ ○ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ○ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ○ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○

(الصافات)

پس (اے محمد ﷺ) تم ان سے دریافت کرو کیا تمہارے پروردگار کے لئے لڑکیاں ہیں اور ان کے لئے لڑکے، کیا ہم نے فرشتوں کو لڑکیاں بنایا اور وہ اس وقت موجود تھے، خبردار بلاشبہ یہ سب ان کی بہتان طرازی ہے کہ یہ

www.KitaboSunnat.com

ن کرو؟

أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُّبِينٌ ۝ فَأْتُوْا بِكِتَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝ (الصافات ع ۵)

کیا تمہارے پاس کوئی ظاہر حجت اور صاف دلیل ہے۔ پس تم اپنی (خدا کی جانب سے نازل شدہ) وہ کتاب لاؤ۔ اگر تم سچے ہو؟

اب اگر ان کے اپنے دعوے کی صداقت کے لئے ان کے پاس نہ کوئی حسی و عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی سند کے طور پر کوئی حجت و کتاب۔ تو پھر ان کا یہ دعویٰ کہ ان کے پاس محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے سے خدا کا دین موجود ہے اور اس کی منضبط شریعت بھی! بالکل غلط اور باطل دعویٰ ہے۔

اسی طرح مشرکین پر یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ تمہارے پاس اپنے دعوائے باطل کے سلسلہ میں نہ عقلی سند ہے نہ نقلی اور ان کو لاجواب بنانے کے لئے سورۂ احقاف میں بھی یہی طریق استدلال اختیار کیا گیا ہے۔

أَرَأَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ اِئْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ (احقاف ع ۱)

تم مجھے بتاؤ کہ اللہ کے ماسوا جن کو تم پوجتے ہو مجھے دکھلاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا بنایا یا کیا ان کی آسمانوں میں (اللہ کے ساتھ) کوئی شرکت ہے، اس سے پہلی کوئی کتاب اگر تمہارے پاس ہے (جو اس دعویٰ کی تصدیق کرتی ہو) تو وہ لے آؤ، یا علم (اولین میں سے کوئی بقیہ علم) تمہارے پاس ہو تو وہ پیش کرو۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کو ایک دوسرے پیرایہ میں قرآنِ عزیز کی اُن آیات میں بیان کیا گیا ہے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مشرکینِ عرب کے پاس محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں آیا، ان آیات کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سرزمینِ عرب (حجاز) ہمیشہ سے خدا کے نبی اور پیغمبر کے وجود سے محروم ہے اور اس ملک میں نبی اکرم ﷺ کی آواز سب سے پہلی آواز ہے، قرآنِ عزیز ایسی خلافِ حقیقت بات کس طرح کہہ سکتا تھا جبکہ سورۂ ابراہیم، الانعام اور النمل کی آیات میں حضرتِ ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کے عربی نبی ہونے کی صاف اور صریح شہادتیں موجود ہیں جو ابھی نقل کی جا چکی ہیں بلاشبہ قرآنِ عزیز اس قسم کے تضاد اور اختلاف سے قطعاً بری ہے، کہ ایک جگہ وہ ایک بات کا انکار کرے اور دوسری جگہ اسی بات کا اقرار، اس لئے کہ وہ خدائے عالم الغیب و الشہادۃ کا کلام ہے نہ کہ بھول چوک کرنے والے انسان کا کلام۔

www.KitaboSunnat.com

مسائل میں اپنے پیش نظر مقاصد کے مطابق تشکک پیدا کر کے ناواقف دنیا کو گمراہ کرتے ہیں، بلکہ اس قسم کے الزامات سے ان کا صرف ایک ہی مقصد ہو سکتا ہے جس کو قرآن عزیز نے اس قسم کے معاندین کے لئے ایک مستقل قانون کی طرح واضح کر دیا ہے۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً

یہ (منکرین قرآن واسلام) یہ خواہش رکھتے ہیں کہ کاش تم بھی انکی طرح منکر بن جاؤ تاکہ وہ اور تم سب یکساں ہو جائیں۔

اس لئے ان منکرین (کافروں) کے مقابلہ میں مسلمانوں کا ہمیشہ ایک ہی جواب رہا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا

اے پروردگار ہمارے دلوں کو ہدایت یافتہ اور راہیاب کرنے کے بعد کجی کی جانب مت مائل کرنا۔

بہر حال قرآن حکیم کی مسطورہ بالا زیر بحث آیت کا مطلب صاف اور واضح ہے اور اُسکے درمیان اور الانعام، النحل اور ابراہیم جیسی سورتوں میں ابراہیم علیہ السلام کے پیغمبر عرب ہونے کے درمیان قطعاً کوئی تضاد اور اختلاف نہیں ہے۔

اس پیش کردہ تفصیل و تشریح کے علاوہ عام مفسرین نے اس قسم کی آیات کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ خطاب صرف اُن ہی لوگوں سے متعلق ہے جو نبی اکرم کی زندگی مبارک میں موجود تھے ان کے گذشتہ آباء و اجداد اور گذشتہ تاریخ عرب سے اس خطاب کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر قرآن میں

قرآن عزیز کے رشد و ہدایت کا پیغام چونکہ ملت ابراہیمی کا پیغام ہے اس لئے اس نے جگہ جگہ حضرت ابراہیم کا ذکر کیا ہے اور جیسا کہ گذشتہ سطور میں کہا جا چکا ہے حضرت ابراہیم کا ذکر مکی اور مدنی دونوں قسم کی سورتوں میں موجود ہے مندرجہ ذیل جدول ان تمام سورتوں اور آیتوں کو ظاہر کرتی ہے۔

سورۃ	شمار	آیات
البقرہ	۲	۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۴۰، ۱۵۸، ۱۶۰

www.KitaboSunnat.com

ابراھیم	۱۴	۳۶
النحل	۱۶	۱۲۰،۱۲۳
الانبیاء	۲۱	۵۱،۶۰،۶۲،۶۹
الشعراء	۲۶	۶۹
الاحزاب	۳۳	۷۰
ص	۳۸	۴۵
الزخرف	۴۳	۲۶
النجم	۵۳	۳۷
الممتحنہ	۶۰	۴
یوسف	۱۲	۶،۳۸
الحجر	۱۵	۵۱
مریم	۱۹	۴،۴۶،۵۸
الحج	۲۲	۲۶،۴۳،۷۸
العنکبوت	۲۹	۱۶،۳۱
الصافات	۳۷	۸۳،۱۰۴،۱۰۹
الشوریٰ	۴۲	۱۳
الذاریات	۵۱	۲۴
الحدید	۵۷	۲۶
الاعلیٰ	۸۷	۱۹
مجموعہ	۲۵سورت	۶۳آیات

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کے ساتھ دوسرے چند انبیاء علیہم السلام کے واقعات بھی وابستہ ہیں

[illegible]

www.KitaboSunnat.com

تفصیلی واقعات مستقل عنوان میں درج کئے جائیں گے اور یہاں صرف حضرت ابراہیم کے واقعہ کے ضمن میں کہیں کہیں ذکر آئے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس عظمت شان کے پیش نظر جو انبیاء ورسل کے درمیان ان کو حاصل ہے قرآن عزیز نے ان کے واقعات کو مختلف اسلوب کے ساتھ جگہ جگہ بیان کیا ہے، ایک مقام پر اگر اختصار کے ساتھ ذکر ہے تو دوسری جگہ تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ہے اور بعض جگہ مختلف شوؤن اور اوصاف کے پیش نظر انکی شخصیت کو نمایاں کیا ہے اس لئے مناسب ترتیب کے ساتھ ان کو پیش کیا جاتا ہے۔

تورات یہ بتاتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام عراق کے قصبہ اور کے باشندے اور اہل فدان میں سے تھے اور ان کی قوم بت پرست تھی اور انجیل برنابا میں تصریح ہے کہ ان کے والد نجاری کا پیشہ کرتے اور اپنی قوم کے مختلف قبائل کیلئے لکڑی کے بت بناتے اور فروخت کیا کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شروع ہی سے حق کی بصیرت اور رشد وہدایت عطا فرمائی تھی اور وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ بت نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ کسی کی پکار کا جواب دے سکتے ہیں، اور نہ نفع و نقصان کا ان سے کوئی واسطہ، اور نہ لکڑی کے کھلونوں اور دوسری بنی ہوئی چیزوں کے اور ان کے درمیان کوئی فرق وامتیاز ہے، وہ صبح وشام آنکھ سے دیکھتے تھے کہ ان بے جان مورتیوں کو میرا باپ اپنے ہاتھوں سے بناتا اور گھڑتا رہتا ہے اور جس طرح اس کا جی چاہتا ہے، ناک، کان، آنکھیں اور جسم تراش لیتا اور پھر خریدنے والوں کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے تو کیا یہی خدا ہو سکتے ہیں یا خدا کے مثل وہمسر کہے جاسکتے ہیں؟ حاشاو کلا پس بعثت سے سرفراز ہو کر سب سے پہلے انھوں نے اسی طرف توجہ فرمائی۔

بعثت

قرآن عزیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس حقیقت بین اور بصیرت افروز رشد وہدایت کا اس طرح ذکر کرتا ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ۝ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ۝ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ۝

www.KitaboSunnat.com

باپ دادا کو ان ہی کی پوجا کرتے پایا ہے"۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا "بلاشبہ تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کیا تو ہمارے لئے کوئی حق لایا ہے یا یوں ہی مذاق کرنیوالوں کی طرح کہتا ہے، ابراہیم علیہ السلام نے کہا (کہ یہ بت تمہارے رب نہیں ہیں)" بلکہ تمہارا پروردگار زمینوں اور آسمانوں کا پروردگار ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے اور میں اسی بات کا قائل ہوں۔ اور جب کہ اس جلیل القدر ہستی پر اللہ تعالیٰ کے جودو کرم اور عطاء و نوال کا فیضان بے غایت دبے نہایت سرعت رفتار کے ساتھ ہو رہا تھا تو اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس نے انبیاء علیہم السلام کی صف میں نمایاں جگہ پائی اور اس کی دعوت و تبلیغ کا محور و مرکز "دینِ حنیف" قرار پایا۔

اس نے جب یہ دیکھا کہ قوم بت پرستی ستارہ پرستی اور مظاہر پرستی میں اس قدر منہمک ہے کہ خدائے برتر کی قدرت مطلقہ اور اس کی احدیت و صمدیت کا تصور بھی ان کے قلوب میں باقی نہیں رہا اور ان کے لئے خدا کی وحدانیت کے عقیدہ سے زیادہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں رہی، تب اس نے کمر ہمت چست کی اور ذات واحد کے بھروسہ پر ان کے سامنے دینِ حق کا پیغام رکھا اور اعلان کیا۔

اے قوم! یہ کیا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش میں مشغول ہو، کیا تم اس قدر خواب غفلت میں ہو کہ جس بے جان لکڑی کو اپنے آلات سے گھڑ کر مجسمے تیار کرتے ہو اور اگر وہ مرضی کے مطابق نہ بنے تو ان کو توڑ کر دوسرے بنالیتے ہو، بنالینے کے بعد پھر ان ہی کو پوجنے اور نفع و ضرر کا مالک سمجھنے لگے ہو، تم اس خرافات سے باز آؤ، خدا کی توحید کے نغمے گاؤ، اور اسی ایک مالک حقیقی کے سامنے سر نیاز جھکاؤ جو میرا، تمہارا اور کل کائنات کا خالق و مالک ہے۔

مگر قوم نے اس کی آواز پر مطلق کان نہ دھرا اور چونکہ گوش حق نیوش اور نگاہ حق بین سے محروم تھی اس لئے اس نے جلیل القدر پیغمبر کی دعوت حق کا مذاق اڑایا۔ اور زیادہ سے زیادہ تمرد و سرکشی کا مظاہرہ کیا۔

باپ کو دعوت اسلام اور باپ بیٹے کا مناظرہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام دیکھ رہے تھے کہ شرک کا سب سے بڑا مرکز خود ان کے اپنے گھر میں قائم ہے اور آزر کی بت سازی و بت پرستی پوری قوم کے لئے مرجع و محور بنی ہوئی ہے اس لئے فطرت کا تقاضا ہے کہ دعوت حق اور پیغامِ صداقت کے اداءِ فرض کی ابتداء گھر ہی سے ہونی چاہیے اسلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے والد "آزر" ہی کو مخاطب کیا اور فرمایا: اے باپ! خدا پرستی اور معرفت الٰہی کیلئے جو راستہ تو نے اختیار کیا ہے اور جس کو آباءواجداد کا قدیم راستہ بتلاتا ہے یہ گمراہی اور باطل پرستی کی راہ ہے۔ اور صراطِ مستقیم اور راہ حق صرف وہی

www.KitaboSunnat.com

سنگسار کر دوں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ معاملہ اب حد سے آگے بڑھ گیا اور ایک جانب اگر باپ کے احترام کا مسئلہ ہے تو دوسری جانب ادائے فرض حمایت حق اطاعت امر الٰہی کا سوال تو انھوں نے سوچا اور آخر وہی کیا جو ایسے برگزیدہ انسان اور اللہ کے جلیل المرتبت پیغمبر کے شایانِ شان تھا، انھوں نے باپ کی تختی کا جواب تختی سے نہیں دیا، تحقیر و تذلیل کا رویہ نہیں برتا بلکہ نرمی، ملاطفت، اور اخلاق کریمانہ کے ساتھ یہ جواب دیا، اے باپ! اگر میری بات کا یہی جواب ہے تو آج سے میرا تیرا اسلام ہی میں خدا کے سچے دین اور اس کے پیغامِ حق کو تو نہیں چھوڑ سکتا، اور کسی حال بتوں کی پرستش نہیں کر سکتا، میں آج سے تجھ سے جدا ہوتا ہوں، مگر غائبانہ تیرے لئے درگاہ الٰہی میں بخشش طلب کرتا رہوں گا تاکہ تجھ کو ہدایت نصیب ہو اور تو خدا کے عذاب سے نجات پائے۔

سورۂ مریم میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ○ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ○ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ○ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ○ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ○ قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ○ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ○ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ○ (مریم)

اور (اے پیغمبر!) الکتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کر، یقیناً وہ مجسم سچائی تھا اور اللہ کا نبی تھا۔ اس وقت کا ذکر جب اس نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! تو کیوں ایک ایسی چیز کی پوجا کرتا ہے جو نہ تو سنتی ہے نہ دیکھتی ہے، نہ تیرے کسی کام آسکتی ہے؟ اے میرے باپ! میں سچ کہتا ہوں علم کی ایک روشنی مجھے مل گئی ہے جو تجھے نہیں ملی، پس میرے پیچھے چل میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں گا، اے میرے باپ! شیطان کی بندگی نہ کر، شیطان تو خدائے رحمٰن سے نافرمان ہو چکا ہے۔ اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو خدائے رحمٰن کی طرف سے

www.KitaboSunnat.com

کے میں محروم ثابت نہیں ہوں گا۔

اور سورہ انعام میں آزر کو حضرت ابراہیم کی نصیحت کا ذکر کیا گیا ہے

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّيٓ أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (انعام)

اور (وہ وقت یاد کر) جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا "کیا ٹھہراتا ہے تو بتوں کو خدا، میں تجھ کو اور تیری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔"

قوم کو دعوت اسلام اور اس سے مناظرہ

باپ اور بیٹے کے درمیان جب اتفاق کی کوئی صورت نہ بنی اور آزر نے کسی ابراہیم ﷺ کی رشد وہدایت کو قبول نہ کیا تو حضرت ابراہیم ﷺ کا آزر سے جدائی اختیار کر لی اور اپنی دعوت حق اور پیغام رسالت کو وسیع کر دیا اور اب صرف آزر ہی مخاطب نہ رہا بلکہ پوری قوم کو مخاطب بنا لیا۔ مگر قوم اپنے باپ دادا کے دین کو کب چھوڑنے والی تھی۔ اس نے ابراہیم ﷺ کی ایک نہ سنی اور دعوت حق کے سامنے اپنے باطل معبودوں کی طرح گونگے، اندھے اور بہرے بن گئے۔

ان کے کان موجود تھے مگر حق کی آواز کے لئے بہرے تھے، پتلیاں آنکھوں کے حلقوں میں زندہ انسان کی آنکھوں کی طرح حرکت ضرور کرتی تھیں مگر حق کی بصارت سے محروم تھیں، زبان گویا ضرور تھی لیکن کلمہ حق کے اعتبار سے گنگ تھی۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَآ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝

(الاعراف ع ۲۲)

ان کے دل ہیں پر سمجھتے نہیں۔ ان کی آنکھیں ہیں پر دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں، یہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔ یہی ہیں جو غفلت میں سرشار ہیں۔

اور جب ابراہیم ﷺ نے زیادہ زور دے کر پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ جن کی تم پرستش کرتے ہو یہ تم کو کسی قسم بھی نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ تو کہنے لگے کہ ان باتوں کے جھگڑے میں ہم پڑنا نہیں چاہتے، ہم تو ... جانتے

www.KitaboSunnat.com

راست دکھائی، جو مجھ کو کھلاتا پلاتا یعنی رزق دیتا ہے، اور جب میں مریض ہو جاتا ہوں تو جو مجھ کو شفاء بخشتا ہے اور جو میری زیست و موت دونوں کا مالک ہے اور اپنی خطاکاری کے وقت جس سے یہ طمع کرتا ہوں کہ وہ قیامت کے روز مجھ کو بخش دے اور میں اس کے حضور میں یہ دعا کرتا رہتا ہوں اے میرے پروردگار! تو مجھ کو صحیح فیصلہ کی قوت عطا کر اور مجھ کو نیکوکاروں کی فہرست میں داخل کر اور مجھ کو زبان کی سچائی عطا کر اور جنت نعیم کے وارثوں میں شامل کر۔

نصیحت و موعظت کے اس مؤثر اندازِ خطابت کو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد اور قوم کے سامنے پیش کیا، سورۂ شعراء میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ۝ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ۝ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ۝ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ۝ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ۝ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۝ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ۝ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۝ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۝ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۝ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ۝ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ۝ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ۝ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ۝ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ۝ وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ۝ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ (شعراء ع ۵)

اور سنادے ان کو خبر ابراہیم کی جب کہا اپنے باپ کو اور اپنی قوم کو تم کس کو پوجتے ہو وہ بولے ہم پوجتے ہیں مورتیوں کو پھر سارے دن انہی کے پاس لگے بیٹھے رہتے ہیں کہا کچھ سنتے ہیں تمہارا کہا جب تم پکارتے ہو یا کچھ بھلا کرتے ہیں تمہارا یا برا، بولے نہیں پر ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو یہی کام کرتے کہا: بھلا دیکھتے ہو جن کو پوجتے رہے ہو تم اور تمہارے باپ دادے اگلے، سو وہ میرے دشمن ہیں مگر جہان کا رب جس نے مجھ کو بنایا سو

www.KitaboSunnat.com

۔ تباہی رہا۔

گذشتہ سطور میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت ابراہیم ؑ کی قوم بت پرستی کے ساتھ ساتھ کواکب تی بھی کرتی تھی اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ انسانوں کی موت و حیات ان کا رزق ان کا نفع و ضرر، خشک سالی اور سالی، فتح و ظفر اور شکست و ہزیمت، غرض تمام کارخانہ عالم کا نظم و نسق کواکب اور ان کی حرکات کی تاثیر پر رہا ہے، اور یہ تاثیر ان کے ذاتی اوصاف میں سے ہے اس لئے ان کی خوشنودی ضروری ہے اور یہ ان کی ستش کے بغیر ممکن نہیں۔

اس لئے حضرت ابراہیم ؑ نے جس طرح ان کو ان کے سفلی معبودانِ باطل کی حقیقت واشگاف کر کے حق کی طرف دعوت دی اسی طرح ضروری سمجھا کہ ان کے علوی معبودان باطل کی بے ثباتی اور فنا کے منظر کو ں کر کے اس حقیقت سے بھی آگاہ کر دیں کہ تمہارا یہ خیال قطعاً غلط ہے کہ ان چمکتے ہوئے ستاروں، چاند اور رج کو خدائی طاقت حاصل ہے ہرگز نہیں یہ خیال خام اور باطل عقیدہ ہے، مگر یہ باطل پرست جبکہ اپنے خود تہ اصنام سے اس قدر خائف تھے کہ اُن کو برا کہنے والے کیلئے ہر آن یہ تصور کرتے تھے کہ وہ ان کے غضب میں ر برباد و تباہ ہو جائے گا تو ایسے اوہام پرستوں کے دلوں میں بلند ستاروں کی پرستش کے خلاف جذبہ پیدا کرنا کچھ سان کام نہ تھا۔ اسلئے (مجدد انبیاء) ابراہیم ؑ نے ان کے دماغوں کے مناسب ایک عجیب اور دلچسپ پیرایہ ن اختیار فرمایا۔

تاروں بھری رات تھی ایک ستارہ خوب روشن تھا، حضرت ابراہیم ؑ نے اس کو دیکھ کر فرمایا "میرا رب ہے؟" اس لئے کہ اگر ستارے ربوبیت کر سکتے ہیں تو یہ ان سب میں ممتاز اور روشن ہے لیکن جب وہ اپنے وقت رہ پر نظر سے اوجھل ہو گیا اور اس کو یہ مجال نہ ہوئی کہ اپنے ستاروں کے لئے ایک گھڑی اور رونمائی کرا سکتا اور م کائنات سے منحرف ہو کر اپنے پوجنے والوں کے لئے زیارت گاہ بنا رہتا تب حضرت ابراہیم ؑ نے فرمایا ں چھپ جانے والے کو پسند نہیں کرتا" یعنی جس شے پر مجھ سے بھی زیادہ تغیرات کا اثر پڑتا ہو اور جو جلد جلد ان ات کو قبول کر لیتا ہو وہ میرا معبود کیونکر ہو سکتا ہے پھر نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ چاند آب و تاب کے ساتھ سامنے جود ہے، اس کو دیکھ کر فرمایا "یہ میرا رب ہے؟" اس لئے کہ یہ خوب روشن ہے اور اپنی خنک روشنی سے سارے م کو بقعۂ نور بنائے ہوئے ہے، پس اگر کواکب کو رب بنانا ہی ہے تو اسی کو کیوں نہ بنایا جائے کیونکہ یہی اس کا زیادہ تحق نظر آتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

"یعنی صرف خدائے واحد پر ایمان" وہ ان کے دلوں میں بغیر قصد وارادے کے پیوست ہو جائے۔ فرمایا "اگر میرا حقیقی پروردگار میری رہنمائی نہ کرتا تو میں بھی ضرور گمراہ قوم ہی میں سے ایک ہوتا۔"

پس اس قدر فرمایا اور خاموش ہو گئے اس لئے کہ ابھی اس سلسلہ کی ایک کڑی اور باقی تھی اور قوم کے پاس ابھی مقابلہ کے لئے ایک ہتھیار موجود ہے اس لئے اس سے زیادہ کہنا مناسب نہیں تھا۔

تاروں بھری رات ختم ہوئی چمکتے ستارے اور چاند سب نظر سے اوجھل ہو گئے کیوں؟ اس لئے کہ اب آفتاب عالمتاب کا رخ روشن سامنے آ رہا ہے، دن نکل آیا اور وہ پوری آب و تاب سے چمکنے دمکنے لگا۔

ابراہیم علیہ السلام نے اس کو دیکھ کر فرمایا "یہ ہے میرا رب کیونکہ یہ کواکب میں سب سے بڑا ہے اور نظام فلکی میں اس سے بڑا ستارہ ہمارے سامنے دوسرا نہیں ہے؟" لیکن دن بھر چمکنے اور روشن رہنے اور تمام عالم کو روشن کرنے کے بعد وقت مقررہ پر اُس نے بھی عراق کی سرزمین سے پہلو بچانا شروع کر دیا اور شب دیجور آہستہ آہستہ سامنے آنے لگی اور آخر کار وہ نظروں سے غائب ہو گیا، تو اب وقت آ پہنچا کہ ابراہیم علیہ السلام اصل حقیقت کا اعلان کر دیں اور قوم کو لاجواب بنا دیں کہ اُن کے عقیدہ کے مطابق اگر ان کواکب کو ربوبیت اور معبودیت حاصل ہے تو اس کی کیا وجہ کہ ہم سے بھی زیادہ ان میں تغیرات نمایاں ہیں اور یہ جلد جلد ان کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں اور اگر معبود ہیں تو ان میں "افول" کیوں ہے، جس طرح چمکتے نظر آتے تھے اسی طرح کیوں چمکتے نہ رہے چھوٹے ستاروں کی روشنی کو ماہتاب نے کیوں ماند کر دیا اور ماہتاب کے رخ روشن کو آفتاب کے نور نے کس لئے بے نور بنا دیا۔"

پس اے قوم! میں ان مشرکانہ عقائد سے بری ہوں اور شرک کی زندگی سے بیزار، بلا شبہ میں نے اپنا رخ صرف اُسی ایک خدا کی جانب کر لیا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔ میں "حنیف" ہوں اور "مشرک" نہیں ہوں۔

اب قوم سمجھی کہ یہ کیا ہوا، ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے تمام ہتھیار بیکار اور ہمارے تمام دلائل پامال کر دیے اب ہم ابراہیم علیہ السلام کے اس مضبوط و محکم برہان کا کس طرح رد کریں اور اس کی روشن دلیل کا کیا جواب دیں؟ وہ اس کے لئے بالکل عاجز و درماندہ تھے اور جب کوئی بس نہ چلا تو قائل ہونے اور صدائے حق کو قبول کر لینے کے بجائے ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑنے اور اپنے معبودان باطل سے ڈرانے لگے کہ وہ تیری توہین کا تجھ سے ضرور انتقام لیں گے اور تجھ کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیا تم مجھ سے جھگڑتے اور اپنے بتوں سے مجھ کو ڈراتے ہو حالانکہ خدائے

www.KitaboSunnat.com

ن مصلح وامن پسند؟

صحیح امن کی زندگی اسی شخص کو حاصل ہے جو خدائے واحد پر ایمان رکھتا اور شرک سے بیزار رہتا ہے، اور وہی
یاب ہے۔

بہرحال اللہ تعالیٰ کی یہ وہ عظیم الشان حجت تھی جو اس نے ابراہیم ؑ کی زبان سے بت پرستی کے خلاف
یت و تبلیغ کے بعد کواکب پرستی کے رد میں ظاہر فرمائی اور ان کی قوم کے مقابلہ میں ان کو روشن دلائل و براہین
ے ساتھ سربلندی عطا فرمائی۔

اس سلسلہ میں سورۂ انعام کی یہ آیات شاہد عدل ہیں۔

وَ كَذٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ
الْمُوْقِنِيْنَ ○ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأٰى كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ
لَآ أُحِبُّ الْآفِلِيْنَ ○ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَئِنْ
لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَأَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ○ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً
قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ أَكْبَرُ فَلَمَّآ أَفَلَتْ قَالَ يَاقَوْمِ إِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○
إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ أَنَا مِنَ
الْمُشْرِكِيْنَ ○ وَحَآجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَآجُّوْنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدَانِيْ وَلَآ
أَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا
أَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ○ وَكَيْفَ أَخَافُ مَآ أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ
بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ
مُّهْتَدُوْنَ ○ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ آتَيْنَاهَآ إِبْرَاهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ
نَّشَآءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○ (الانعام ...)

www.KitaboSunnat.com

ڈوب گیا تو کہا اگر میرے پروردگار نے مجھے راہ نہ دکھائی ہوتی تو میں ضرور اسی گروہ میں سے ہو جاتا جو راہ راست سے بھٹک گیا ہے! پھر جب صبح ہوئی اور سورج چمکتا ہوا طلوع ہوا تو ابراہیم نے کہا یہ میرا پروردگار ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو اس نے کہا اے میری قوم! تم جو کچھ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو میں اس سے بیزار ہوں میں نے تو ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اسی ہستی کی طرف اپنا رخ کر لیا ہے جو (جو کسی کی بنائی ہوئی نہیں، بلکہ آسمان و زمین کی بنانے والی ہے (اور جس کے حکم و قانون پر تمام آسمانی اور ارضی مخلوقات چل رہی ہیں) اور میں ان میں سے نہیں جو اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں!) اور پھر ابراہیم سے اس کی قوم نے ردوکد کی، ابراہیم نے کہا "کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں ردوکد کرتے ہو، حالانکہ اس نے مجھے راہ حق دکھادی ہے جنھیں تم نے خدا کا شریک ٹھہرالیا ہے میں ان سے نہیں ڈرتا۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی مجھے نقصان پہنچانا چاہے، میرا پروردگار اپنے علم سے تمام چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے پھر کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے" اور (دیکھو) میں ان ہستیوں سے کیونکر ڈر سکتا ہوں جنھیں تم نے خدا کا شریک ٹھہرالیا ہے جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراؤ جن کے لئے اس نے کوئی سند و دلیل تم پر نہیں اتاری؟ بتلاؤ ہم دونوں فریقوں میں سے کس کی راہ امن کی راہ ہوئی اگر علم و بصیرت رکھتے ہو جن لوگوں نے خدا کو مانا اور اپنے ماننے کو ظلم سے (یعنی شرک سے) آلودہ نہیں کیا تو انہی کے لئے امن ہے اور وہی ٹھیک راستہ پر ہیں اور (دیکھو) یہ ہماری حجت ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر دی تھی، ہم جس کے مرتبے بلند کرنا چاہتے ہیں اسے علم و دلیل کا عرفان دے کر بلند کر دیتے ہیں اور یقیناً تمہارا پروردگار حکمت والا علم رکھنے والا ہے۔

آیات کی تفسیر میں قول فیصل

اس بارہ میں کلی اتفاق کے باوجود کہ ابراہیم ؑ نے کبھی کواکب پرستی نہیں کی اور ان کی تمام زندگی شرک کی تلوثیات سے پاک ہے سورۂ انعام کی مسطورۂ بالا آیات کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ان آیات کی تمہید میں جو کچھ لکھا گیا وہ ان اقوال میں سے ایک قول کے مطابق ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابراہیم ؑ کی یہ گفتگو قوم کی کواکب پرستی کی رد میں اس کو لاجواب کرنے کے لئے تھی اس لئے کہ جب دو فریق کسی مسئلہ میں اختلاف کر بیٹھتے ہیں تو احقاق حق کے لئے مناظرانہ دلائل میں سے دلیل کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ اپنے دعوے کے ثبوت میں صرف نظریوں تھیوریوں (THOREES) سے کام نہ لیا جائے بلکہ مشاہدہ اور معائنہ کی ایسی راہ اختیار کی جائے کہ مخالف اس کے دعوے کے مقابلہ میں لاجواب ہو جائے اور اس کی دلیل کے رد کرنے کی تمام راہیں اس [illegible] قبول حق کی گنجائش ہے تو وہ

www.KitaboSunnat.com

ف اسی کو زیبا ہے جو رب العلمین ہے اور ارضی و سماوی سفلی و علوی کل کائنات کا خالق و مالک ہے اور چونکہ قوم ے پاس اس بہترین دلیل کا کوئی جواب نہ تھا اس لئے وہ زچ ہوئی اور امر حق کو قبول کرنے کی بجائے لڑنے رنے پر آمادہ ہو گئی مگر اس کے ضمیر کو ماننا پڑا کہ یہ جو کچھ کہا گیا حق ہے اور ہمارے پاس اس کا کوئی صحیح جواب س ہے، یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد تھا اور ان کے ادائے فرض کی حد یہیں تک تھی، کیونکہ دل چیر کر ی کو اس میں اتار دینا ان کی طاقت سے باہر تھا۔

اس تفسیر کے مطابق قرآن عزیز کی ان آیات میں نہ تاویل کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ مقدرات ماننے کی مشاہدہ کواکب سے متعلق آیات کا سیاق و سباق بھی بے تکلف اسی کی تائید کرتا ہے مثلاً اس سلسلہ کی پہلی دو ت ہیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّيٓ أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○ وَكَذَٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوْقِنِينَ ○ (انعام ع ۹)

جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کیا تو بناتا ہے بتوں کو خدا میں تجھ کو اور تیری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھتا ہوں اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت کا مشاہدہ کرادیا اور تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

ان ہر دو آیات سے حسب ذیل نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔

رویت کواکب کا یہ معاملہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایسے زمانہ میں پیش آیا ہے جبکہ وہ اپنے والد اور قوم کے ساتھ تبلیغ حق کے مناظرہ میں مصروف تھے۔ اس لئے کہ پہلی آیت کے بعد دوسری آیت کو وَکَذٰلِکَ کہہ کر شروع کرنا یہی معنی رکھتا ہے پھر تیسری آیت کے شروع میں فلما کی ف یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ دوسری آیت سے وابستہ ہے اور اس طرح ان تینوں آیات کا سلسلہ ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو جس طرح اصنام پرستی کے مقابلہ میں روشن دلائل عطا فرمائے تھے تاکہ وہ آزر اور قوم کو لاجواب کر سکیں اور راہِ ہدایت دکھائیں۔ اسی طرح کواکب پرستی کے مقابلہ میں بھی اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت کا مشاہدہ کرادیا تاکہ وہ ان سب مخلوق کی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں اور ان کو حق الیقین کا درجہ حاصل ہو جائے اور پھر وہ کواکب پرستی کے رد میں بھی بہترین

www.KitaboSunnat.com

قَالَ يَاقَوْمِ إِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝

"ابراہیم نے کہا اے قوم میں شرک کرنیوالوں سے بری ہوں"۔

اور ساتھ ہی یہ آیت مذکور ہے۔

إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (سورۃ الانعام ع ۹)

بلا شبہ میں نے اپنا رخ صرف اس خدا کی جانب پھیر دیا ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، اس حالت میں کہ میں حنیف ہوں اور مشرک نہیں ہوں۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ أَتُحَاجُّوْنِّيْ فِي اللّٰهِ ۔

اور ابراہیم کی قوم نے اس سے جھگڑنا شروع کیا ابراہیم نے کہا کیا تو مجھ سے اللہ کے بارہ میں جھگڑتی ہے۔

اور سب سے آخر آیت میں کہا گیا ہے:

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَآ إِبْرَاهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَآءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝

اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی۔ ہم جس کا درجہ بلند کرنا چاہتے ہیں کر دیا کرتے ہیں بیشک تیرا رب دانا ہے جاننے والا

ان آیات سے یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱ رویت کواکب کا یہ معاملہ قوم سے ضرور وابستہ تھا تب ہی تیسری مرتبہ میں ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذات سے خطاب کرنے کے بجائے فوراً قوم سے خطاب شروع کر دیا۔

۲ اور قوم نے بھی یہ سب کچھ سنکر دلیل کا جواب دلیل سے دینے کی جگہ ابراہیم علیہ السلام سے لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا۔

۳ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اس گفتگو کو قوم کے مقابلہ میں اپنی جانب سے حجت قرار دیا اور بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام کا رتبہ رسالت بہت بلند اور ارفع ہے اور اس لئے قوم ان کی رہنمائی کی سخت محتاج ہے اور ان امور کے

www.KitaboSunnat.com

ؑ کی جانب سے قوم پر یہ زبردست حجت تھی کہ افراد قوم کا کواکب کی پرستش کرنا، ان کے لئے ہیکل بنانا
پنے سفلی معبودوں کے نام ان کے نام پر رکھنا غرض ان کو معبود رب اور خدا سمجھنا قطعاً باطل اور گمراہی ہے اس
ئے کہ یہ سب ایک خاص نظام میں جکڑے ہوئے اور دن اور رات کے تغیر کے ساتھ تغیرات کو قبول
نیوالے ہیں اور اس پورے نظام کی مالک و خالق صرف وہی ہستی ہے جس کے ید قدرت میں ان سب کی تسخیر
ے اور وہ "اللہ" ہے۔

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَآ أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ

نہ سورج کی یہ مجال ہے کہ وہ قمر کو پا سکے اور نہ رات میں یہ قدرت کہ وہ دن کو پیچھے ہٹا کر اس کی جگہ خود لے لے۔

غرض ان تمام روشن دلائل و براہین کے بعد بھی جب قوم نے دعوت اسلام کو قبول نہ کیا اور اصنام پرستی و
کب پرستی میں اسی طرح مبتلا رہی تو حضرت ابراہیم ؑ نے ایک دن جمہور کے سامنے اعلان جنگ کر دیا کہ
ں تمہارے ان بتوں کے متعلق ایک ایسی چال چلوں گا جو تم کو زچ کر کے ہی چھوڑے گی۔

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ (انبیاء ۵۷)

اور اللہ کی قسم میں تمہاری عدم موجودگی میں ضرور تمہارے بتوں کے ساتھ خفیہ چال چلوں گا۔

اس معاملہ سے متعلق اصل صورت حال یہ ہے کہ جب ابراہیم ؑ نے آزر اور قوم کے جمہور کو ہر
رح بت پرستی کے معائب ظاہر کر کے اس سے باز رکھنے کی سعی کر لی، اور ہر قسم کے پند و نصائح کے ذریعہ ان
باور کرانے میں قوت صرف کر دی کہ یہ بت نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اور یہ کہ تمہارے کاہنوں اور
ہنواؤں نے ان کے متعلق تمہارے دلوں میں غلط خوف بٹھا دیا ہے کہ اگر ان سے منکر ہو جاؤ گے تو یہ غضبناک
کر تم کو تباہ کر ڈالیں گے، یہ تو اپنی آئی ہوئی مصیبت کو بھی نہیں ٹال سکتے مگر آزر اور قوم کے دلوں پر مطلق
نہ ہوا اور وہ اپنے دیوتاؤں کی خدائی قوت کے عقیدہ سے کسی طرح باز نہ آئے بلکہ کاہنوں اور سرداروں نے
کو زیادہ پختہ کر دیا اور ابراہیم ؑ کی نصیحت پر کان دھرنے سے سختی کے ساتھ روک دیا تب حضرت
اہیم ؑ نے سوچا کہ اب مجھ کو رشد و ہدایت کا ایسا پہلو اختیار کرنا چاہیے جس سے جمہور کو یہ مشاہدہ ہو
ئے کہ واقعی ہمارے دیوتا صرف لکڑیوں اور پتھروں کی مورتیاں ہیں جو گونگی بھی ہیں۔ بہری بھی ہیں اور

www.KitaboSunnat.com

سکوں مگر چونکہ بات صاف نہ تھی اس لئے قوم نے اس جانب کچھ توجہ نہ کی حسن اتفاق کہ قریب ہی زمانہ میں قوم کا ایک مذہبی میلہ پیش آ گیا جب سب اس کے لئے چلنے لگے تو کچھ لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی ساتھ چلیں حضرت ابراہیم نے اول انکار فرمایا اور جب اس جانب سے اصرار بڑھنے لگا تو ستاروں کی جانب نگاہ اٹھائی اور فرمانے لگے انی سقیم "میں آج کچھ علیل سا ہوں" چونکہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم کو کواکب پرستی کی وجہ سے نجوم میں کمال بھی اور اعتقاد بھی تھا اس لئے اپنے عقیدہ کے لحاظ سے وہ یہ سمجھے کہ ابراہیم علیہ السلام کسی نحس ستارہ کے اثر بد میں مبتلا ہیں اور یہ سوچ کر بغیر کسی تشریح حال کے ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ کر میلہ میں چلے گئے۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ إِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝ (الصافات ع ۳)

پس (ابراہیم نے) ایک نگاہ اٹھا کر ستاروں کی جانب دیکھا اور کہنے لگا میں کچھ علیل ہوں، پس وہ اسکو چھوڑ کر چلے گئے۔

اب جبکہ ساری قوم، بادشاہ کاہن اور مذہبی پیشوا میلہ میں مصروف اور شراب و کباب میں مشغول تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ وقت آ گیا ہے کہ اپنے نظام عمل کی تکمیل کروں اور مشاہدہ کی صورت میں جمہور پر واضح کر دوں کہ ان کے دیوتاؤں کی حقیقت کیا ہے؟ وہ اٹھے اور سب سے بڑے دیوتا کے ہیکل (مندر) میں پہنچے، دیکھا تو وہاں دیوتاؤں کے سامنے قسم قسم کے حلوؤں پھلوں میووں اور مٹھائیوں کے چڑھاوے رکھے تھے، ابراہیم علیہ السلام نے طنزیہ لہجہ میں چپکے چپکے ان مورتیوں سے خطاب کر کے کہا کہ یہ سب کچھ موجود ہے ان کو کھاتے کیوں نہیں؟ اور پھر کہنے لگے میں بات کر رہا ہوں کیا بات ہے کہ تم جواب نہیں دیتے؟ اور پھر ان سب کو توڑ پھوڑ ڈالا اور سب سے بڑے بت کے کاندھے پر تبر رکھ کر واپس چلے گئے۔

فَرَاغَ إِلٰى آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ۝ (الانبیاء)

پس چپکے سے جا گھسا ان کے بتوں میں اور کہنے لگا ابراہیم ان کے دیوتاؤں سے کیا تم نہیں کھاتے تم کو کیا ہو گیا کیوں نہیں بولتے؟ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے ان سب کو توڑ ڈالا۔

فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝ (انبیاء ع ۵)

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم ہے وہی ہمارے دیوتاؤں کا دشمن ہے۔

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝ (الانبیاء)

وہ کہنے لگے یہ معاملہ ہمارے خداؤں کے ساتھ کس نے کیا ہے بلاشبہ وہ ضرور ظالم ہے (ان میں سے بعض) کہنے لگے ہم نے ایک جوان کی زبان سے ان بتوں کا (برائی کے ساتھ) ذکر سنا ہے اس کو ابراہیم کہا جاتا ہے (یعنی یہ اس کا کام ہے) کاہنوں اور سرداروں نے جب یہ سنا تو غم وغصہ سے سرخ ہوگئے اور کہنے لگے اس کو مجمع کے سامنے پکڑ کر لاؤ تاکہ سب دیکھیں کہ مجرم کون شخص ہے۔

ابراہیم سامنے لائے گئے تو بڑے رعب داب سے انھوں نے پوچھا کیوں ابراہیم تو نے ہمارے دیوتاؤں کے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے؟

قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ (الانبیاء)

انھوں نے کہا ابراہیم کو لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ دیکھیں وہ کہنے لگے کیا ابراہیم تو نے ہمارے دیوتاؤں کے ساتھ یہ کیا ہے؟

ابراہیم نے دیکھا کہ اب وہ بہترین موقعہ آگیا ہے جس کے لئے میں نے یہ تدبیر اختیار کی مجمع موجود ہے جمہور دیکھ رہے ہیں کہ ان کے دیوتاؤں کا کیا حشر ہوگیا، اسلئے اب کاہنوں اور مذہبی پیشواؤں کو جمہور کی موجودگی میں ان کے باطل عقیدہ پر نادم کر دینے کا وقت ہے تاکہ عوام کو آنکھوں دیکھتے معلوم ہو جائے کہ آج تک ان دیوتاؤں کے متعلق جو کچھ ہم سے کاہنوں اور پجاریوں نے کہا تھا یہ سب ان کا مکروفریب تھا مجھے ان سے کہنا چاہئے کہ یہ سب اس بڑے بت کی کارروائی ہے اس سے دریافت کرو؟ لامحالہ وہ یہی جواب دیں گے کہ کہیں بت بھی بولتے اور بات کرتے ہیں، تب میرا مطلب حاصل ہے اور پھر میں ان کے عقیدے کا پول جمہور کے سامنے کھول کر صحیح عقیدہ کی تلقین کر سکوں گا اور بتاؤں گا کہ کس طرح وہ باطل اور گمراہی میں مبتلا ہیں اس وقت ان کاہنوں اور پجاریوں کے پاس ندامت کے سوائے کیا ہوگا اس لئے حضرت ابراہیم نے جواب دیا:

www.KitaboSunnat.com

اقرار کرنا پڑا کہ ابراہیم ظالم نہیں ہے بلکہ ظالم ہم خود ہیں کہ ایسے بے دلیل اور باطل عقیدہ پر یقین رکھتے ہیں تب نہایت شرمساری کیساتھ سرنگوں ہو کر کہنے لگے ابراہیم علیہ السلام تو خوب جانتا ہے کہ ان دیوتاؤں میں بولنے کی سکت نہیں ہے یہ تو بے جان مورتیاں ہیں۔

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَاۤءِ يَنْطِقُوْنَ ○ (الانبیاء ع۵)

پس انھوں نے اپنے جی میں سوچا پھر کہنے لگے بے شک تم ہی ظالم ہو بعد ازاں اپنے سروں کو نیچے جھکا کر کہنے لگے (ابراہیم) تو خوب جانتا ہے کہ یہ بولنے والے نہیں ہیں۔

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حجت و دلیل کامیاب ہوئی اور دشمنوں نے اعتراف کر لیا کہ ظالم ہم خود ہیں اور ان کو جمہور کے سامنے زبان سے اقرار کرنا پڑا کہ ہمارے یہ دیوتا جواب دینے اور بولنے کی طاقت نہیں رکھتے چہ جائیکہ نفع و نقصان کے مالک ہوں۔

تو اب ابراہیم نے مختصر مگر جامع الفاظ میں ان کو نصیحت بھی کی اور کلامت بھی اور بتایا کہ جب یہ دیوتا نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان تو پھر یہ خدا اور معبود کیسے ہو سکتے ہیں افسوس تم اتنا بھی نہیں سمجھتے یا عقل سے کام نہیں لیتے؟ فرمانے لگے:

اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ○ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (الانبیاء ع۵)

کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی پوجا کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان دے سکتے ہیں تم پر افسوس ہے اور تمہارے ان معبودان باطل پر بھی جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ○ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ○ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (الصافات ع۳)

پس وہ سب بلہ کر کے ابراہیم کے گرد جمع ہو گئے ابراہیم نے کہا کیا جن بتوں کو ہاتھ سے گھڑتے ہو انہی کو پھر پوجتے ہو اور اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تم کو پیدا کیا ہے اور ان کو بھی جن کاموں کو تم کرتے ہو۔

www.KitaboSunnat.com

عوت کا قصہ ہی پاک ہو جائے۔

بادشاہ کو دعوت اسلام اور اس سے مناظرہ

ابھی یہ مشورے ہو ہی رہے تھے کہ شدہ شدہ بادشاہ وقت تک یہ باتیں پہنچ گئیں اس زمانہ میں عراق کے بادشاہ کا لقب نمرود ہوتا تھا اور یہ رعایا کے صرف بادشاہ ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ خود کو ان کا رب اور مالک جانتے تھے اور رعایا بھی دوسرے دیوتاؤں کی طرح اس کو اپنا خدا اور معبود مانتی اور اس کی بھی اسی طرح پرستش کرتی تھی، جس طرح دیوتاؤں کی، بلکہ ان سے بھی زیادہ پاس وادب کے ساتھ پیش آتی تھی، اس لئے کہ وہ صاحب عقل وشعور بھی ہوتا تھا اور مالک تخت وتاج بھی۔

نمرود کو جب یہ معلوم ہوا تو آپے سے باہر ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اس شخص کی پیغمبرانہ تبلیغ ودعوت کی سرگرمیاں اگر اسی طرح جاری رہیں تو یہ میری ربوبیت ملوکیت اور الوہیت سے بھی سب رعایا کو برگشتہ کردے گا اور اس طرح باپ دادا کے مذہب کیساتھ ساتھ میری یہ سلطنت بھی زوال میں آجائے گی، اسلئے اس قصہ کا ابتداہی میں خاتمہ کردینا بہتر ہے، یہ سوچ کر اس نے حکم دیا کہ ابراہیم کو ہمارے دربار میں حاضر کرو ابراہیم علیہ السلام جب نمرود کے دربار میں پہنچے تو نمرود نے گفتگو شروع کی اور ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تو باپ دادا کے دین کی مخالفت کیلئے کرتا ہے اور مجھ کو رب ماننے سے تجھے کیوں انکار ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خدائے واحد کا پرستار ہوں اس کے علاوہ کسی کو اس کا شریک نہیں مانتا ساری کائنات اور تمام عالم اسی کی مخلوق ہے اور وہی ان سب کا خالق ومالک ہے تو بھی اسی طرح ایک انسان ہے جس طرح ہم سب انسان ہیں پھر تو کس طرح رب یا خدا ہو سکتا ہے۔ اور کس طرح یہ گونگے بہرے لکڑی کے بت خدا ہو سکتے ہیں؟ میں صحیح راہ پر ہوں اور تم سب غلط راہ پر ہو اس لئے میں تبلیغ حق کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں اور تمہارے باپ دادا کے خود ساختہ دین کو کیسے اختیار کر سکتا ہوں؟

نمرود نے ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر میرے علاوہ تیرا کوئی رب ہے تو اس کا ایسا وصف بیان کر کہ جس کی قدرت مجھ میں نہ ہو، تب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا رب وہ ہے جس کے قبضہ میں موت وحیات ہے وہی موت دیتا ہے اور وہی زندگی بخشتا ہے کج فہم نمرود موت وحیات کی حقیقت سے ناآشنا نمرود کہنے لگا۔ اس طرح موت وحیات تو میرے قبضہ میں بھی ہے اور یہ کہہ کر اسی وقت ایک بے قصور شخص کے متعلق جلاد کو حکم دیا کہ اس کی گردن ماردو اور موت کے گھاٹ اتار دو جلاد نے فوراً حکم کی تعمیل کردی اور ایک قتل کے سزایافتہ مجرم کو

www.KitaboSunnat.com

شمشیر چشیدہ انسان زندگی پا جاتے ہیں اور بہت سے قتل ودار سے بچائے ہوئے انسان لقمہ اجل بن جاتے ہیں اور کوئی طاقت ان کو نہیں روک سکتی اور اگر ایسا ہو سکتا تو ابراہیم سے گفتگو کرنے والا نمرود سریر آرائے سلطنت نہ ہوتا بلکہ اس کے خاندان کا پہلا شخص ہی آج بھی اس تاج وتخت کا مالک نظر آتا، مگر نہ معلوم کہ عراق کی اس سلطنت کے کتنے مدعی زیر زمین دفن ہو چکے اور ابھی کتنوں کی باری ہے تاہم ابراہیم نے سوچا کہ اگر میں نے اس موقع پر موت حیات کے دقیق فلسفہ پر بحث شروع کر دی تو نمرود کا مقصد پورا ہو جائے گا اور وہ جمہور کو مغالطہ میں ڈال کر اصل معاملہ کو الجھا دے گا اور اس طرح میرا نیک مقصد پورا نہ ہو سکے گا اور تبلیغ حق کے سلسلہ میں سر محفل نمرود کو لاجواب کرنے کا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہے گا کیونکہ بحث و مباحثہ اور جدل ومناظرہ میرا اصل مقصد نہیں ہے بلکہ لوگوں کے دماغ وقلب میں خدائے واحد کا یقین پیدا کرنا میرا مقصد وحید ہے اس لئے انھوں نے اس دلیل کو نظر انداز کر کے سمجھانے کا ایک دوسرا پیرایہ اختیار کیا اور ایسی دلیل پیش کی جس کا صبح وشام ہر شخص آنکھوں سے مشاہدہ کرتا اور بغیر کسی منطقی دلیل کے روز وشب کی زندگی میں اس سے دوچار ہوتا رہتا ہے۔

ابراہیم نے فرمایا میں اس ہستی کو "اللہ" کہتا ہوں جو روزانہ سورج کو مشرق سے لاتا اور مغرب کی جانب لے جاتا ہے پس اگر تو بھی اسی طرح خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو اسکے خلاف سورج کو مغرب سے نکال اور مشرق میں چھپا یہ سن کر نمرود مبہوت اور لاجواب ہو کر رہ گیا اور اس طرح ابراہیم کی زبان سے نمرود پر خدا کی حجت پوری ہوئی۔

نمرود اس دلیل سے مبہوت کیوں ہوا اور اس کے پاس اس کے مقابلہ میں مغالطہ کی گنجائش کیوں نہ رہی؟ یہ اسلئے کہ ابراہیم کی دلیل کا حاصل یہ تھا کہ میں ایک ایسی ہستی کو اللہ مانتا ہوں جس کے متعلق میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ ساری کائنات اور اس کا سارا نظام اس ہی نے بنایا ہے اور اس نے اس پورے نظام کو اپنی حکمت کے قانون سے ایسا مسخر کر دیا ہے کہ اس کی کوئی شئے نہ وقت مقررہ سے پہلے اپنی جگہ سے ہٹ سکتی ہے اور نہ ادھر اُدھر ہو سکتی ہے تم اس پورے نظام میں سے آفتاب ہی کو دیکھو کہ عالم ارضی اس سے کس قدر فائدے حاصل کرتا ہے باینہمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے طلوع وغروب کا بھی ایک نظام مقرر کر دیا ہے بس اگر آفتاب لاکھ بار بھی چاہے کہ وہ اس نظام سے باہر ہو جائے تو وہ اس پر قادر نہیں ہے، کیونکہ اس کی باگ خدائے واحد کے قبضہ قدرت میں ہے اور اس کو بیشک یہ قدرت ہے کہ جو چاہے کر گزرے لیکن وہ کرتا وہی ہے جو اس کی حکمت کا تقاضا ہے لہٰذا اب نمرود کے لئے تین ہی صورتیں جواب دینے کی ہو سکتی تھیں یا وہ یہ کہے کہ مجھے

www.KitaboSunnat.com

وہی اعتراض سامنے آجاتا ہے جو انھوں نے جمہور کے سامنے آفتاب کی ربوبیت کے خلاف اٹھایا تھا کہ اگر یہ رب ہے تو عابدوں اور پجاریوں سے زیادہ اس معبود اور دیوتا میں تغیرات اور فنا کے اثرات کیوں موجود ہیں رب کو فنا اور تغیر سے کیا علاقہ اور کیا اس کی قدرت میں یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو وقت مقررہ سے پہلے یا بعد طلوع یا غروب ہو جائے۔

تیسری صورت یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کی تحدی (چیلنج) کو قبول کر لیتا اور مغرب سے نکال کر دکھا دیتا مگر نمرود چونکہ ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی جواب پر قادر نہ تھا اس لئے مبہوت اور لاجواب ہو جانے کے علاوہ اس کے دوسرا چارہ کار باقی نہ رہا۔[1]

قرآن عزیز نے (بقرہ) میں اس واقعہ کو مختصر مگر لطیف پیرایہ میں بیان کیا ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ (بقرہ ع ۳۵)

کیا تو نے نہیں دیکھا اس شخص کا واقعہ جس کو اللہ نے بادشاہت بخشی تھی اس نے کس طرح ابراہیم سے اس کے پروردگار کے بارہ میں مناظرہ کیا؟ جب کہا ابراہیم نے میرا پروردگار تو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے بادشاہ نے کہا میں بھی زندگی بخشتا ہوں اور موت دیتا ہوں ابراہیم نے کہا بلاشبہ اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے پس تو اس کو مغرب سے نکال کر دکھلا پس وہ کافر (بادشاہ) مبہوت اور لاجواب ہو کر رہ گیا اور اللہ ظلم کرنے والوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔

غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے والد آزر کو اسلام کی تلقین کی، پیغام حق سنایا اور راہ

---

[1] عیسائی پادریوں اور ان کی اندھی تقلید میں آریہ سماجیوں نے ابراہیم علیہ السلام کے اس ذکر کردہ مناظرہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر نمرود یہ کہہ بیٹھتا کہ ابراہیم تو ہی اپنے خدا سے آفتاب کو مغرب سے طلوع کرا دے تو ابراہیم کے پاس کیا جواب تھا؟ یہ اعتراض بہت ہی لچر اور سطحی ہے اسلئے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے مناظرہ کی جو تشریح بیان کی ہے اور جو حقیقت واقعہ ہے۔ اس کے بعد یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ نمرود جانتا تھا کہ وہ ایسا اسلئے نہیں کہہ سکتا کہ پہلے وہ خود اپنی عاجزی و درماندگی کا اقرار کرے

www.KitaboSunnat.com

مستقیم دکھائی اس کے بعد عوام اور جمہور کے سامنے اس دعوت کو عام کیا اور سب کو امر حق تسلیم کرانے کے لئے فطرت کے بہترین اصول و دلائل کو پیش فرمایا اور نرمی، شیریں کلامی مگر مضبوط و محکم اور روشن حجت و دلیل کے ساتھ ان پر حق کو واضح کیا اور سب سے آخر میں بادشاہ نمرود سے مناظرہ کیا اور اس پر روشن کردیا کہ ربوبیت والوہیت کا حق صرف خدائے واحد ہی کے لئے سزاوار ہے اور بڑے سے بڑے شاہنشاہ کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس کی ہمسری کا دعویٰ کرے کیونکہ وہ اور کل دنیا اسی کی مخلوق ہے اور وجود و عدم کی قید و بند میں گرفتار مگر اس کے باوجود کہ بادشاہ آزر اور جمہور، حضرت ابراہیم کے دلائل سے لاجواب تھے اور دلوں میں قائل بلکہ بتوں کے واقعہ میں تو زبان سے بھی اقرار کرنا پڑا کہ ابراہیم جو کچھ کہتا ہے وہی حق ہے اور صحیح و درست تاہم ان میں سے کسی نے راہ مستقیم کو اختیار نہ کیا اور قبول حق سے منحرف ہی رہے اور اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے برعکس اپنی ندامت و ذلت سے متاثر ہو کر بہت زیادہ غیظ و غضب میں آگئے اور بادشاہ سے رعایا تک سب نے متفقہ فیصلہ کرلیا کہ دیوتاؤں کی توہین اور باپ دادا کے دین کی مخالفت میں ابراہیم کو دہکتی آگ میں جلادینا چاہیے کیونکہ ایسے سخت مجرم کی سزا ایسی ہوسکتی ہے اور دیوتاؤں کی تحقیر کا انتقام اسی طرح لیا جاسکتا ہے۔

اس مرحلہ پر پہنچ کر ابراہیم کی جدوجہد کا معاملہ ختم ہوگیا اور اب دلائل و براہین کی قوت کے مقابلہ میں مادی طاقت و سطوت نے مظاہرہ شروع کردیا باپ اس کا دشمن جمہور اس کے مخالف اور بادشاہ وقت اس کے درپے آزار، ایک ہستی اور چہار جانب سے مخالفت کی آواز دشمنی کے نعرے اور نفرت و حقارت کے ساتھ سخت انتقام اور خوفناک سزا کے ارادے ایسے وقت میں اس کی مدد کون کرے اور اس کی حمایت کا سامان کس طرح مہیا ہو؟

مگر ابراہیم کو نہ اس کی پرواہ تھی اور نہ اس کا خوف وہ اسی طرح بے خوف و خطر اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے بے نیاز اعلان حق میں سرشار اور دعوت رشد و ہدایت میں مشغول تھے البتہ ایسے نازک وقت میں جب تمام مادی سہارے ختم دنیوی اسباب ناپید اور حمایت و نصرت کے ظاہری اسباب مفقود ہوچکے تھے ابراہیم کو اس وقت بھی ایک ایسا بزاز بردست سہارا حاصل تھا جو تمام سہاروں کا سہارا اور تمام نصرتوں کا ناصر کہا جاتا ہے اور وہ خدائے واحد کا سہارا تھا اس نے اپنے جلیل القدر پیغمبر قوم کے عظیم المرتبت ہادی اور رہنما کو بے یار و مددگار نہ رہنے دیا اور دشمنوں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملادیا۔ ہوا یہ کہ نمرود اور قوم نے ابراہیم کو جلانے کے لئے ایک مخصوص جگہ بنوائی اور اس میں کئی روز مسلسل آگ دہکائی گئی حتیٰ کہ اس کے شعلوں

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں "بردوسلام" بن گئی اور دشمن ان کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ اور ابراہیم علیہ السلام دہکتی آگ سے سالم و محفوظ دشمنوں کے نرغہ سے نکل گئے۔

"دشمن اگر قویست نگہباں قوی تر است"

اس مقام پر ایک مذہبی انسان کی طمانیت قلب اور سکون خاطر کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ آگ کے بردوسلام ہو جانے کو اس لئے صحیح اور مبنی بر حقیقت سمجھے کہ اس نے اپنی عقل اور اپنے شعور سے اول اس امر کا امتحان کرلیا ہے کہ قرآن عزیز کی تعلیم وحی الٰہی کی تعلیم ہے اور اس کی لانے والی ہستی کی زندگی کا ہر پہلو پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ کہ وہ جن معجزانہ حقائق کی اطلاعات بہم پہنچاتا اور وحی الٰہی کے ذریعہ ہم کو سناتا ہے وہ عقل کے لئے اگرچہ حیران کن ہیں لیکن عقل کی نگاہ میں محال اور ناممکن نہیں اس لئے ایک مخبر صادق (کہ جس کی زندگی کی صداقت کا ہر پہلو سے امتحان کر کے اطمینان کرلیا گیا ہے) کی اس قسم کی خبریں بلاشبہ صحیح اور حق ہیں اور بقول قیصر روم ہرقل اعظم (ہرکلیوس) کہ جو شخص انسانوں کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا اور ان سے دغاو فریب نہیں کرتا وہ ایک لمحہ کے لئے بھی خدا کی جانب کسی غلط بات کو منسوب نہیں کر سکتا اور کبھی اس پر جھوٹ بولنے کی جرات نہیں کر سکتا اور مذہبی زندگی میں صاف اور سیدھی راہ بھی یہی ہے کہ جس مذہب کی مکمل تعلیم کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر ہر طرح قابل اطمینان پالیا جائے اس کے بتائے ہوئے چند ایسے امور پر جو عقل کے لئے صرف حیران کن ہوں مگر اس کے نزدیک محال ذاتی اور ناممکن کے مرادف نہ ہوں فلسفیانہ موشگافیوں کے بغیر ایمان لے آیا جائے اور صاحب وحی علیہ السلام کی اس یقینی اور غیر مشکوک اطلاع کو آفتاب کی روشنی سے زیادہ روشن سمجھا جائے اور یقین رکھا جائے کہ تمام اشیاء میں خواص و تاثیرات پیدا کرنے والے خدا میں یہ بھی قدرت ہے کہ جب چاہے ان کو دی ہوئی تاثیر اور خاصہ کو سلب کرلے اور جب چاہے دوسری کیفیت کے ساتھ بدل ڈالے لیکن مادیین کے لئے اگر یہ راہ باعث اطمینان نہ ہو اور فلسفہ کے شیدائی مذہب کے اس مسئلہ کو بھی فلسفیانہ موشگافیوں سے پاک نہ رہنے دینا چاہتے ہوں تو ان کے لئے بھی اس معجزہ سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ آگ کا طبعی خاصہ جلا دینا ہے اور جو شے بھی اس میں پڑے گی جل جائے گی لیکن اس کی کیا وجہ کہ بعض وہ کپڑے اور وہ اشیاء جن کو فائر پروف کہا جاتا ہے آگ کے شعلوں کے اندر کیوں محفوظ رہتی ہیں اور انکو آگ جلا کر کیوں خاکستر نہیں کر دیتی۔

تم کہو گے کہ آگ بدستور جلانے کا خاصہ رکھتی ہے مگر کپڑے یا چیز پر ایک ایسا مسالہ لگا دیا گیا ہے جس پر آگ

www.KitaboSunnat.com

تھا اور اس قسم کا عمل پیغمبر کی صداقت اور دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برتری کے لئے کبھی کبھی بہ تقاضائے حکمت اس کی جانب سے سامنے آجاتا اور شریعت کی اصطلاح میں معجزہ شمار ہوتا ہے بیشک وہ نہ فن ہوتا ہے اور نہ وسائل اسباب سے پیدا کردہ تدابیر کا محتاج پس خدا کی مخلوق انسان کو اگر یہ قدرت حاصل ہے کہ کسی شے کے طبعی خاصہ کو بعض اشیاء پر مؤثر نہ ہونے دے تو اشیاء کے خواص کے خالق کو کیوں یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ کسی خاص موقع پر شے کی تاثیر کو عمل سے روک دے۔

اور اگر آج سائنس کی دریافت پر فضا میں ایسی گیسیں موجود ہیں جن کے بدن پر اثر کرنے سے آگ کی سوزش سے محفوظ رہا جا سکتا ہے تو گیسوں کے پیدا کرنے والے خالق کے لئے کون مانع ہے کہ نمرود کی دہکتی آگ میں ان کو ابراہیم تک نہ پہنچا دے اور اس طرح آگ کو بحق ابراہیم بردوسلام نہ بنا دے۔

قرآن عزیز میں ابراہیم کے اس پر اعجاز واقعہ کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِيْنَ ○ قُلْنَا يَانَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ ○ وَأَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِيْنَ ○ (الانبیاء ع ۵)

وہ سب کہنے لگے اس (ابراہیم) کو جلا ڈالو اور اپنے دیوتاؤں کی مدد کرو اگر تم کرنا چاہتے ہو ہم نے حکم دیا اے آگ! تو ابراہیم کے حق میں سرد اور سلامتی بن جا اور انھوں نے ابراہیم کے ساتھ کا ارادہ کیا پس ہم نے ان کو ان کے ارادہ میں ناکام بنا دیا۔

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَأَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ○ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ○ وَ قَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ○

انھوں نے کہا اس کے لئے ایک جگہ بناؤ اور اس کو دہکتی آگ میں ڈالو، پس انھوں نے اس کے ساتھ ارادہ بد کیا تو کر دیا ہم نے ان کو اس کے مقابلہ میں پست و ذلیل اور کہا ابراہیم نے میں جانے والا ہوں اپنے پروردگار کے پاس قریب ہے وہ مجھے راہ یاب کریگا۔

ہ یث .تا .ن

ابراہیم کے واقعات میں قرآن عزیز نے اس موقعہ پر جبکہ ابراہیم اور قوم کے بعض افراد کے درمیان میلے کی شرکت کے لئے گفتگو ہو رہی تھی ابراہیم کا یہ قول نقل کیا ہے: — ابراہیم

[illegible]

www.KitaboSunnat.com

جھوٹ کا بھی کوئی شائبہ ہو سکتا ہے؟ ... میں علالت طبع کا ذکر ہے جس کو ابراہیم علیہ السلام ہی خوب جان سکتے ہیں کہ وہ کیا بیمار ہیں اس میں دوسرے کو خواہ مخواہ شک اور تردد کا کونسا موقع ہے حتی کہ اگر ایک شخص ظاہر میں نگاہوں میں تندرست نظر آتا ہو تب بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ واقعی تندرست ہے ہو سکتا ہے کہ اس کا مزاج کسی وجہ سے حد اعتدال پر رہے اور ایسی تکلیف میں مبتلا ہو جس کا اظہار کئے بغیر دوسرا اس کو نہ سمجھ سکے۔ اسی طرح دوسری آیت کا معاملہ ہے اس لئے کہ دو مختلف الخیال انسانوں کے درمیان اگر مناظرہ اور تبادلہ خیالات کی نوبت آجاتی ہے تو معمولی حرف شناس بھی اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ اپنے حریف کو اس کی غلطی پر متنبہ کرنے اور لاجواب کر دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے مسلمات میں سے کسی مسلمہ عقیدہ کو صحیح فرض کر کے اس طرح اس کا استعمال کرے کہ اس کا ثمرہ اور نتیجہ حریف کے خلاف اور اپنے موافق ظاہر ہو۔

ابراہیم علیہ السلام نے یہی کیا انکی قوم کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کے دیوتا سب کچھ سنتے اور ہماری مرادوں کو پورا کرتے ہیں وہ اپنے پجاریوں اور معتقدوں سے خوش اور اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے سخت انتقام لے لیتے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے جب ان دیوتاؤں کو توڑ پھوڑ ڈالا تو بڑے بت کو چھوڑ دیا آخر جب پوچھ گچھ کی نوبت آئی تو انھوں نے مناظرہ کا وہی بہترین اسلوب اختیار کیا جسکا تفصیلی ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے اور نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں پجاریوں اور ساری قوم کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ہم ہی غلطی پر ہیں اور تو خود حقیقت شناس ہے کہ ان میں گویائی کی طاقت نہیں ہے۔

لہٰذا ان دونوں جملوں میں ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جس کو حقیقتاً یا صورۃً جھوٹ کہا جا سکے، یہ دو باتیں تو قرآن عزیز میں مذکور ہیں لیکن صحیح بخاری صحیح مسلم اور بعض دوسری حدیث کی کتابوں میں مسطورہ بالا دوتوں باتوں کے علاوہ ایک تیسری بات کا بھی ذکر ہے یہ حدیث ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔

لم یکذب ابراهیم النبی علیه السلام قط الا ثلث کذبات الخ۔ (بخاری جلد ٦ ص ٣٠١)

نہیں جھوٹ بولا کبھی ہرگز ابراہیم نبی علیہ السلام نے مگر تین جھوٹ۔

اور پھر تفصیل کے ساتھ ان تینوں کو شمار کیا ہے ان میں سے دو کا ذکر ابھی ہو چکا اور تیسری بات میں یہ مذکور ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا جب مصر سے گذر ہوا تو انہوں نے مصر پہنچنے سے پہلے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت سارہ علیہا السلام سے یہ فرمایا کہ یہاں کا بادشاہ جابر د ظالم ہے اگر کسی حسین عورت کو دیکھتا ہے تو اسکو زبردستی چھین لیتا ہے اور اسکے ساتھی مرد کو اگر وہ اس عورت کا شوہر ہو تو قتل کر ڈالتا ہے اور اگر کوئی دوسرا اعزیز ہے تو اس سے کوئی تعرض

www.KitaboSunnat.com

جب سارہؑ ہاجرہؑ کو ساتھ لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو انھوں نے حال دریافت کیا اور سارہؑ نے مبارک باد دی اور کہا شکر ہے خدائے عزوجل کا کہ اس نے ہم کو اس فاسق وفاجر سے نجات دی اور آپ کیلئے ایک خادمہ اور ساتھ کر دی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے یہ حدیث نقل کر کے فرمایا "اے شریف المنسب اہل عرب یہ ہیں وہ ہاجرہ جو تم سب کی ماں ہیں"۔

یہ حدیث مختلف طریقوں سے کتب احادیث میں منقول ہے اس کے علاوہ بخاری میں ایک اور طویل حدیث ہے جو حدیث شفاعت کے نام سے موسوم ہے اور متعدد ابواب بخاری مثلاً سورہ بقرہ کی تفسیر کے باب میں کتاب الاستر قاق میں اور کتاب التوحید میں مذکور ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو تذکرہ ہے اس کا حاصل یہ ہے۔

میدان حشر میں جب سب مخلوق آدم نوح علیہ السلام اور دوسرے انبیاء سے شفاعت کے لئے کہہ چکی تو حضرت ابراہیم کے پاس پہنچی اور ان سے کہا کہ آپ خلیل الرحمٰن ہیں آپ ہماری سفارش بارگاہ الٰہی میں کیجئے کہ جلد فیصلہ ہو تو انھوں نے فرمایا کہ مجھ کو شرم آتی ہے اس لئے کہ میں دنیا میں تین جھوٹ باتیں کہی تھیں انی سقیم، بل فعلہ کبیرھم اور اپنی بیوی سے کہا تھا کہ انی اخوک۔

بخاری کے علاوہ یہ روایت مسلم مسند احمد صحیح ابن خزیمہ، مستدرک حاکم، معجم طبرانی مصنف ابن ابی شیبہ ترمذی اور مسند ابی عوانہ میں مختلف صحابہؓ سے منقول ہے

یہ روایت کتب حدیث میں اجمال و تفصیل کے ساتھ مختلف طریقوں سے روایت کی گئی ہے بعض میں صرف اجمالی طور اسی قدر تذکرہ ہے کہ ہر نبی اس وقت اپنی لغزش کو بیان کر کے معذرت کریں گے کہ وہ شفاعت نہیں کر سکتے اور بعض میں ابراہیم علیہ السلام کے جواب میں فقط ثلث کذبات ہی کا ذکر ہے اور بعض روایات میں ان تینوں کی تفصیل ہے اور ان ہی میں سے بعض روایات میں یہ تصریح بھی موجود ہے۔

ما منها کذبة الا ما حل بها عن دین اللہ

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام کے ان تینوں جھوٹ میں سے ہر ایک صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی مدافعت وحمایت ہی کے لئے بولا گیا ہے۔

بہر حال یہ دونوں روایات صحیحین (بخاری و مسلم) کی روایات ہیں جو ہر قسم کے سقم روایت سے پاک اور صاف ہیں یہ روایات ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر اور مجدد انبیاء کی جانب کذب کی نسبت کر رہی ہیں اگر چہ انہی روایات کے بعض طریق روایت نے یہ صاف کر دیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس موقعہ پر کذب سے مراد وہ عام معنی نہیں لئے جو اخلاقی بول حال میں نہایت شنیع اور گناہ کبیرہ میں شمار ہیں بلکہ اس کے برعکس یہ واضح کیا ہے

www.KitaboSunnat.com

عصمت نبی کیلئے ایک ضروری صفت ہے نیز جبکہ خصوصیت کے ساتھ قرآن عزیز نے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق حسب ذیل امتیازات کا صراحت کے ساتھ ذکر فرمادیا ہے تو پھر ان کے ساتھ صورۃً بھی کذب کی نسبت کیسی؟

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝ (مریم)

اور یاد کر کتاب میں ابراہیم کا ذکر بے شک تھا وہ صدیق (صادق النفس) نبی۔

صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے اور اسی ہستی پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے صدق جس کی ذاتی اور نفسیاتی صفت ہو۔

۲ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ (النحل)

بے شک ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا حکم بردار خالص اللہ کی طرف جھکنے والا اور نہ تھا وہ مشرکوں میں سے، خدا کی نعمتوں کا شکر گذار تھا خدا نے اس کو چن لیا تھا اور سیدھی راہ کی اس کو ہدایت دی۔

مجتبیٰ اور مہدی ایسی صفات ہیں کہ جن کے ساتھ کذب نہ حقیقتاً جمع ہو سکتا ہے اور نہ صورۃً

۳ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (النحل)

اے محمد ﷺ پھر ہم نے تیری طرف وحی بھیجی کہ تو ملت ابراہیمی کی پیروی کر جو ابراہیم کہ خالص خدا کی جانب جھکنے والا ہے۔

یہ وہ ابراہیم ہیں جن کی ملت کی اقتدا اور پیروی کا حکم محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی امت مرحومہ کو دیا جا رہا ہے۔

۴ وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ۝

اور بلاشبہ ہم نے ابراہیم کو رشد و ہدایت شروع ہی سے بخش دی تھی اور ہم ہی اس کو جاننے والے ہیں۔

یہ اور اسی قسم کی بہت سی آیات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان خصوصی صفات کا ذکر کرتی اور نصوص قطعیہ پیش کرتی ہیں کہ جن کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی اس جیسی مقدس اور جلیل القدر ہستی کے متعلق "کذب" کا تصور نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ وقوع اور عمل "خواہ وہ کذب حقیقی معنی میں ہو یا محض کذب کی صورت میں"۔

www.KitaboSunnat.com

کہ کذب ان سے ایسی طرح دور ہے جس طرح دن سے رات اور روشنی سے تاریکی، اور بلا شبہ وہ ایک نبی معصوم ہیں اور ہر قسم کی معصیت و گناہ سے پاک۔

البتہ زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ ان دو صحیح روایات میں ان تینوں باتوں کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے ایسے جلیل القدر پیغمبر کے بارہ میں کذب کی تعبیر کیوں فرمائی جبکہ آپ کی ذات اقدس ضروریات دین اور عقائد اسلامی کے بارہ میں ایہام اور تخیلک کو دور کرنے کا باعث ہے نہ کہ ایہام والتباس پیدا کرنے کا؟ خصوصاً جبکہ یہ تینوں باتیں خود اپنی جگہ کسی حال میں نہ صورت میں کذب ہیں اور نہ حقیقی معنی میں۔

بلاشبہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم کی دینی بہن تھیں اور بیوی کے رشتہ سے اسلامی اخوت کا رشتہ منقطع نہیں ہو جاتا، نیز ابن کثیر اور دوسرے مؤرخین کی تحقیق میں وہ ان کے چچا حاران کی بیٹی تھیں، اس لئے چچازاد بہن بھی تھیں۔ اور بلاشبہ ان کا مزاج ناساز تھا گو سخت بیماری نہ سہی اس لئے انی سقیم ہر حیثیت سے صحیح ہے اور بلاشبہ انھوں نے مناظرانہ طرز خطابت میں دشمن کو لاجواب کرنے کے لئے فرمایا بل فعلہ کبیرہم ھذا اور یہ علمی دنیا میں کسی حیثیت سے بھی جھوٹ نہیں تھا تو پھر ان ہر دو احادیث میں اس طرح کی تعبیر کیوں اختیار کی گئی؟

اس اشکال کے جواب میں علماء اسلام نے دو راہیں اختیار فرمائی ہیں۔

یہ اخبار آحاد ہیں اسلئے جرات کے ساتھ یہ کہہ دینا چاہیے کہ اگرچہ یہ روایتیں صحیحین کی ہیں اور اسلئے مشہور کی حد تک پہنچ گئی ہیں مگر راوی کو ان روایات میں سخت مغالطہ ہوا ہے لہذا ہرگز قابل قبول نہیں ہیں اسلئے کہ ایک نبی کی جانب کذب کی نسبت کے مقابلے میں راویوں کی غلطی کا اعتراف بدرجہا بہتر اور صحیح طریق کار ہے۔

امام رازی (رحمہ اللہ) کا رجحان اسی جانب ہے اور انہوں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

- یہ قطعی اور یقینی عقیدہ ہے کہ نبی اور رسول کی جانب "کذب" کی نسبت کسی حال میں درست نہیں ہے ایسی صورت میں اگر مستند اور صحیح روایات میں جو کہ حد شہرت و تواتر کو پہنچ چکی ہوں اس قسم کی کوئی نسبت موجود ہو جو نبی کی نبوت کی شان کے منافی ہو تو ان روایات کو صحیح مانتے ہوئے ان خصوصی جملوں کی ایسی توجیہ کرنی چاہیے جس سے اصل مسئلہ پر بھی زد نہ پڑے اور صحیح روایات کا انکار بھی لازم نہ آئے پس چونکہ صحیحین کی یہ روایات تلقی بالقبول کی وجہ سے صحت اور شہرت کے اس

www.KitaboSunnat.com

اس طرح روایات کا انکار بھی لازم نہیں آئے گا اور صداقت نبی کا مسئلہ بھی اپنی جگہ بغیر کسی غل و غش کے صحیح رہے گا چنانچہ حدیث شفاعت کے وہ الفاظ ما منها کذبة الا ماحل به عن دین الله ہماری اس توجیہ کی تائید کرتے ہیں جمہور علماء اسلام کی یہی رائے ہے اور وہ امام رازی اور ان کے ہمنوا علماء کی پہلی رائے کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔

مشہور مصری عالم عبد الوہاب نجار نے قصص الانبیاء میں امام رازی کی رائے کے ساتھ موافقت کی ہے اور مصری علماء عصر کی رائے کے خلاف (جو دراصل جمہور کی تائید میں نجار کی رائے پر تنقید کی شکل میں ظاہر کی گئی ہے) کافی شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام و سارہ کے اس واقعہ سے انکار کیا ہے۔

مؤلف کی رائے

مگر ان ہر دو آراء سے الگ سادہ اور صاف راہ یہ ہے کہ صحیح حدیث کے انکار اور اس کے الفاظ کی رکیک تاویل کئے بغیر ہی مسئلہ کو اس طرح حل کر دیا جائے کہ اصل مسئلہ عصمت پیغمبر پر بھی حرف نہ آنے پائے اور اس قسم کے مواقع سے ناجائز فائدہ اٹھانے والوں اور احادیث نبوی کے ساتھ تمسخر اور مذاق کرنیوالوں کو بھی الحاد کی جرأت نہ ہو سکے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عصمت پیغمبر کا مسئلہ بلاشبہ اصول دین اور مہمات عقائد میں سے ہے بلکہ دین و مذہب کی صداقت کی اساس و بنیاد صرف اسی ایک مسئلہ پر قائم ہے کیونکہ یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ بعض حالات میں نبی اور پیغمبر بھی کذب کی کوئی نہ کوئی شکل و صورت اختیار کر سکتا ہے خواہ وہ حمایت حق ہی کے لئے کیوں نہ ہو اس کی لائی ہوئی تمام تعلیم سے یہ امتیاز اٹھ جائے گا کہ اس میں سے کون سا جزء اپنی حقیقی مراد کے ساتھ وابستہ ہے اور کون سا کذب کے رنگ میں رنگا ہوا اور اگر یہ مان لیا جائے تو پھر دین دین نہیں رہ سکتا اور نہ مذہب، مذہب۔

اس لئے قرآن عزیز کا یہ منصوص عقیدہ عصمت پیغمبر اپنی جگہ غیر متزلزل اور غیر متبدل عقیدہ ہے اور اس لئے بلاشبہ جو اس عقیدہ کی صداقت پر حرف گیری کا باعث ہے وہ خود اپنی جگہ یا قابل رد و انکار ہے اور اپنی صحت تعبیر کیلئے جوابدہ پس اس محکم عقیدہ کو اپنی جگہ سے ہٹنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی بلکہ اس سے معارض شے کو یا اس کے مطابق ہونا پڑے گا ورنہ تو مٹ جانا ہوگا۔

اسی طرح یہ امر بھی مسلم ہے کہ قرآن عزیز کی تفسیر و تشریح صرف لغت عرب سے ہی نہیں کی جا سکتی بلکہ جس طرح اس کے مفہوم سمجھنے کے لئے لغت کی معرفت ضروری ہے اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ

www.KitaboSunnat.com

ر پیغمبر خدا ﷺ کے ان اقوال و اعمال کی طرف رجوع کریں جو ان فرائض کی تفسیر و تشریح میں کہے گئے یا کئے گئے ہیں، اور یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ صرف تعامل کے ذریعہ ہم ان فرائض کی حقیقت سے آگاہ ہو سکیں اس لئے کہ اگر دقت نظر سے کام لیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ تعامل کا مبدا بھی آخر کار قول و عمل رسول پر ہی جا کر منتہی ہوتا ہے، لہٰذا پیغمبر خدا ﷺ کے اس قول و عمل کو بھی جزو دین سمجھنا ضروری ہو جاتا ہے اور بغیر اس تسلیم و رضا کے آیت۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ

بلاشبہ خدا کے پیغمبر محمد ﷺ میں اس شخص کیلئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر امید لگاتا ہو۔

کے کوئی معنی نہیں بنتے، کیونکہ یہ اسوۂ حسنہ خود قرآن عزیز اور اس کی آیات نہیں ہیں بلکہ اس پیغمبر کا قول، عمل اور حال ہی اسوۂ حسنہ ہے اور جبکہ پیغمبر خدا ﷺ کے یہ اقوال اعمال اور احوال جزو دین ہیں تو ضروری تھا کہ ان کی حفاظت کا ایسا سامان مہیا ہو جو خاتم النبین کی امت کے لئے رہتی دنیا تک محفوظ طریقے سے پہنچ سکے اور اس جوہر خالص میں جب کبھی کھوٹ کی ملاوٹ کی جائے تو اس کے محافظین اور فن کے ماہرین فوراً دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر کے کھرے کھوٹے کو الگ کر سکیں پس اسی طریقہ حفاظت کا نام روایت حدیث اور نقد حدیث ہے اور اسی فن کو فن حدیث کہتے ہیں اور یہی وہ شریف اور مقدس خدمت ہے جس نے اپنوں سے نہیں بلکہ غیروں سے بھی خراج تحسین حاصل کیا ہے اور اس خدمت کو اسلام کا امتیازی نشان تسلیم کرایا ہے۔

رسول خدا ﷺ کے ان اقوال و اعمال کی روایت کی حفاظت کے سلسلہ میں کھرے اور کھوٹے کے امتیاز کے لئے زمانہ نبوت سے اب تک جو خدمت ہوتی آرہی ہے اس کی اہمیت اس سے ظاہر ہو سکتی ہے کہ روایت حدیث کا فن تقریباً چودہ فنون اور شاخوں میں منقسم ہے۔

لہٰذا ازبس ضروری ہے کہ ہم کسی ایک ایسی روایت یا روایت کے جملہ کو جو اپنی لفظی اور ظاہری تعبیر میں مسلمہ عقیدہ کے بارہ میں ایہام پیدا کرتا ہو صحیح اور مقبول مشہور اور متواتر روایات حدیثی کے انکار پر حجت و دلیل قائم نہ کر لیں اور اس کو انکار حدیث کا ذریعہ بنا کر قرآن عزیز کو ایک ایسی اجنبی کتاب نہ بنا دیں جس کی تعبیر کے لئے نہ کسی پیغمبر کے تفسیری اقوال ہیں اور نہ تشریحی اعمال بلکہ وہ کسی ویرانہ یا پہاڑ پر نازل ہوئی ہے اور صرف اپنی زبان کی لغت اور ڈکشنری سے حل کی جا سکتی ہے البتہ اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ تمام احادیث رسول روایت باللفظ نہیں ہیں بلکہ بعض روایات بالمعنی ہیں یعنی یہ نہیں ہے کہ رسول پاک نے جو بھی الفاظ زبان

www.KitaboSunnat.com

یا ہو اور روایت اگرچہ اپنے سلسلہ سند اور مجموعۂ متن کے اعتبار سے اصولاً قابل تسلیم ہو مگر اس جملہ کی تعبیر کو قیم سمجھا جائے اور اصل روایت کو رد کرنے کی بجائے صرف اس کے سقم کو ظاہر کر دیا جائے چنانچہ اس کی بہترین مثالیں بخاری کی حدیث معراج ہے۔

محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ مسلم کی حدیث اسریٰ عن انسؓ کے مقابلہ میں بخاری کی حدیث عن عبداللہ بن نمرہ میں سقم ہے اور اس کی ترتیب میں غلطیاں ہیں اور مسلم کی روایت ان اسقام و اغلاط سے پاک صاف ہے الانکہ یہ دونوں روایتیں روایت و درایت کے اعتبار سے صحیح اور قابل تسلیم ہیں۔

تب بغیر کسی شک اور تردد کے یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ حضرت ابراہیم ﷤ سے متعلق یہ دونوں طویل روایات "روایت بالمعنی" کی قسم میں داخل ہیں، اور یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا جا سکتا کہ الفاظ اور جملوں کی یہ پوری نشست نبی اکرم ﷺ کی زبانِ حق ترجمان کے نکلے ہوئے الفاظ اور جملوں کی نشست ہے بلکہ آپ کے مفہوم اور معنی کو ادا کرتی ہیں لہذا ہو سکتا ہے کہ ہر دو روایات میں بیان کردہ واقعات کی صحت کے باوجود زیر بحث الفاظ سلسلہ سند کے کسی راوی کے اختلال لفظی کا نتیجہ ہوں اور اس سے یہ تعبیری سقم پیدا ہو گیا ہو۔

خصوصاً جبکہ اس کے لئے یہ قرینہ بھی موجود ہے کہ حضرت ابراہیم ﷤ و سارہ ﷥ اور شاہ مصر کا یہ واقعہ توراۃ میں بھی مذکور ہے اور وہاں اس قسم کے غیر محتاط جملے بکثرت موجود ہیں لہذا یہ ممکن ہے کہ راوی سے اس اسرائیلی روایت اور صحیح روایت کے درمیان تعبیر میں خلط ہو گیا ہو اور اس لئے اس نے معاملہ کی تعبیر زیر بحث الفاظ سے کر دی ہو۔

ہدایت قوم کیلئے حضرت ابراہیم ﷤ کا اضطراب

گذشتہ سطور سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ابراہیم ﷤ اپنی قوم کی ہدایت کے لئے کس درجہ مضطرب اور بے چین تھے اور دلائل و براہین کی وہ کون سی صورت ہو سکتی ہے جو انھوں نے حق کے آشکارا کرنے میں صرف نہ کر دی ہو؟ سب سے پہلے اپنے باپ آزر کو سمجھایا پھر "جمہور" کے سامنے حق کی روشنی کو پیش کیا، اور آخر میں نمرود سے مناظرہ کر کے اس کے سامنے بھی احقاق حق کو بہتر سے بہتر اسلوب کے ساتھ ادا کیا اور ہر لمحہ انہی سب کو تلقین کی کہ خدائے واحد کے علاوہ کسی کی پرستش جائز نہیں اور اصنام پرستی اور کواکب پرستی کا نتیجہ خسران اور ذلت کے سوائے دوسرا نہیں ہے اس لئے شرک سے باز آنا چاہیے اور ملت حنفیہ ہی کو صراط مستقیم سمجھنا چاہیے جس کی اساس و بنیاد صرف توحید الٰہی پر قائم ہے۔

www.KitaboSunnat.com

دعوت حق پہنچائیں اور یہ سوچ کر فدان آرام سے ہجرت کا ارادہ کر لیا۔

وَقَالَ إِنِّيْ ذَاهِبٌ إِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ○

اور ابراہیم ۔۔ نے کہا "میں جانے والا ہوں اپنے پروردگار کی طرف قریب ہے وہ میری رہنمائی کرے گا"۔

یعنی اب مجھے کسی ایسی آبادی میں ہجرت کر کے چلا جانا چاہئے جہاں خدا کی آواز گوش حق نیوش سے سُنی جائے خدا کی زمین تنگ نہیں ہے یہ نہیں اور سہی میرا کام پہنچانا ہے خدا اپنے دین کی اشاعت کا سامان خود پیدا کر دے گا۔

اور کلدانئین کی جانب ہجرت

بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر اور قوم سے جدا ہو کر فرات کے غربی کنارہ کے قریب ایک بستی میں چلے گئے جو اور کلدانئین کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کیا اور حضرت لوط ۔۔ اور حضرت سارہؓ ہم سفر رہیں اور کچھ دنوں کے بعد یہاں سے حران یا حاران کی جانب روانہ ہو گئے اور وہاں دین حنیف کی تبلیغ شروع کر دی مگر اس عرصہ میں برابر اپنے والد آزر کیلئے بارگاہ الٰہی میں استغفار کرتے اور اسکی ہدایت کیلئے دعا مانگتے رہے اور یہ سب کچھ اسلئے کیا کہ وہ نہایت رقیق القلب رحیم اور بہت ہی نرم دل و بردبار تھے اسلئے آزر کی جانب سے ہر قسم کی عداوت کے مظاہروں کے باوجود انہوں نے آزر سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگرچہ میں تجھ سے جدا ہو رہا ہوں اور افسوس کہ تو نے خدا کی رشد و ہدایت پر توجہ نہ کی تاہم میں برابر تیرے حق میں خدا سے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا آخر کار حضرت ابراہیم ۔۔ کو وحی الٰہی نے مطلع کیا کہ آزر ایمان لانے والا نہیں ہے اور یہ انہی اشخاص میں سے ہے جنھوں نے اپنی نیک استعداد کو فنا کر کے خود کو اسکا مصداق بنا لیا،

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (بقرہ)

اللہ نے مہر لگا دی ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہو گیا تو آپ نے آزر سے اپنی برأت کا صاف صاف اعلان کر دیا کہ جو امید موہوم میں نے لگا رکھی تھی وہ اب ختم ہو گئی اس لئے اب استغفار کا سلسلہ بے محل ہے، قرآن عزیز، سورۂ توبہ میں اس واقعہ کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيْمَ لِأَبِيْهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ أَنَّهٗ

عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○

www.KitaboSunnat.com

ہجرت فلسطین

ابراہیم اس طرح تبلیغ کرتے کرتے فلسطین پہنچے، اس سفر میں بھی ان کے ہمراہ حضرت سارہ، حضرت لوط اور لوط کی بیوی تھیں سورۂ عنکبوت میں ہے۔

فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَى رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (عنکبوت)

پس لوط، ابراہیم پر ایمان لے آیا اور کہنے لگا میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں بے شک وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت عثمان ذی النورینؓ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت رقیہ بنت رسول کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئے تو رسول اکرم نے فرمایا:

ان عثمان اول مهاجر باهله بعد لوط ۔ (الحدیث)

بلاشبہ لوط کے بعد عثمان پہلے مہاجر ہیں جنھوں نے اپنی بیوی سمیت ہجرت کی۔

حضرت ابراہیم نے فلسطین کے غربی اطراف میں سکونت اختیار کی، اس زمانہ میں یہ علاقہ کنعانیوں کے زیر اقتدار تھا، پھر قریب ہی شکیم (نابلس) میں چلے گئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا، اس کے بعد یہاں بھی زیادہ مدت قیام نہیں فرمایا اور غرب ہی کی جانب بڑھتے چلے گئے حتی کہ مصر تک جا پہنچے۔

ہجرت مصر اور حضرت ہاجرہؑ

جب نابلس سے چل کر مصر پہنچے تو بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق ملک جبار کا وہ واقعہ پیش آیا جو گذشتہ سطور میں سپرد قلم ہو چکا ہے اور تورات میں اس قصہ کو اس طرح نقل کیا گیا ہے:

سو جب ابرام مصر پہنچا۔ مصریوں نے اس عورت کو دیکھا کہ وہ نہایت خوبصورت ہے اور فرعون کے امیروں نے بھی اسے دیکھا اور فرعون کے حضور میں اس کی تعریف کی اور اس عورت کو فرعون کے گھر میں لے گئے اس نے اس کے سبب ابرام پر احسان کیا کہ اس کو بھیڑ بکری اور گائے بیل اور گدھے اور غلام اور لونڈیاں اور گدھیاں اور اونٹ ملے، پھر خداوند نے فرعون اور اس کے خاندان کو ابرام کی جورو سری کے سبب بڑی مار ماری، تب فرعون نے ابرام کو بلا کر اس سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ کیا کیا؟ کیوں نہ جتایا کہ یہ میری جورو ہے تو نے کیوں کہا کہ وہ میری بہن ہے؟ یہاں تک کہ میں نے اسے اپنی جورو بنانے کو لیا دیکھ یہ تیری جورو حاضر ہے اسکو لے اور چلا جا اور

www.KitaboSunnat.com

جانے کی اجازت دی، فتح الباری میں ہے کہ مصری جن کی عظمت کے قائل تھے، اس لئے شیطان سے مراد یہاں جن ہے۔

اور تورات کی روایت یہی کہتی ہے کہ فرعون مصر نے سارہ کے واقعہ کو کرامت سمجھا اور حضرت ابراہیم پر یہ عتاب کیا کہ انھوں نے شروع ہی سے یہ کیوں نہ بتادیا کہ سارہ ان کی بہن نہیں ہے بلکہ بیوی ہے اور پھر بڑے انعام واکرام اور عزت کے ساتھ ان کو مصر سے رخصت کیا۔ تورات کی روایت کے مطابق اس وقت حضرت سارہ کی عمر ستر سال کی تھی۔

بہر حال صحیحین کی روایت ہو یا تورات کی، معنی اور مفہوم کے اعتبار سے دونوں روایات قریب قریب ہیں اور دونوں کے درمیان کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔

البتہ ان تمام روایات سے اس قدر یقینی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہؑ اور اپنے برادر زادہ حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ مصر تشریف لے گئے اور یہ وہ زمانہ ہے جبکہ مصر کی حکومت ایسے خاندان کے ہاتھ میں ہے جو سامی قوم سے تعلق رکھتا تھا اور اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبی سلسلہ میں وابستہ تھا، یہاں پہنچ کر ابراہیم علیہ السلام اور فرعون مصر کے درمیان ضرور کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جس سے اس کو یقین ہو گیا کہ ابراہیم علیہ السلام اور اس کا خاندان خدا کا مقبول اور برگزیدہ خاندان ہے یہ دیکھ کر اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت سارہؑ کا بہت اعزاز کیا اور ان کو ہر قسم کے مال ومنال سے نوازا، اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے قدیم خاندانی رشتہ کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لئے اپنی بیٹی ہاجرہ کو بھی ان کی زوجیت میں دیدیا، جو اس زمانہ کے رسم ورواج کے اعتبار سے پہلی اور بڑی بی بی کی خدمت گذار قرار پائیں، چنانچہ اس تاریخی قیاس کی سب سے بڑی شہادت خود یہود کے یہاں بھی موجود ہے۔

سفر ایشیاء میں (جو یہودیوں کی ایک معتبر تاریخ ہے) مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں مصر کا بادشاہ حضرت کا ہم وطن تھا۔ (ارض القرآن جلد ۲ ص ۴۱)

اور اسی طرح یہود کی معتبر روایات سے یہ مسئلہ بھی صاف اور روشن ہو جاتا ہے کہ حضرت ہاجرہ "شاہ مصر" فرعون کی بیٹی تھیں، لونڈی اور باندی نہیں تھیں، توراۃ کا ایک معتبر مفسر ربی شلوملو اسحٰق کتاب پیدائش باب ۱۶ آیت ا کی تفسیر میں لکھتا ہے

ابث برعه ها یثا کشر انسیم شنعسوا ساره امر مرتاب شتها بتی شفحه بیت زه ولو کبیرة بییت اخیر۔

www.KitaboSunnat.com

ہاجرہ فرعون مصر کی بیٹی تھیں۔

بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے ملک جبار کی جو روایات مذکور ہے اس میں بھی یہ جملہ موجود ہے اور ربی شلوملو کی تفسیر کی تائید کرتا ہے۔

وَ اَخۡدَمَهَا هَاجَرَه (بخاری، باب الانبیاء، جلد ۶ ص ۳۰۱)

اور ہاجرہ کو سارہ کے حوالہ کردیا کہ ان کی خدمت گذار رہے

اس لئے بنی اسرائیل کا یہ طعن کہ بنی اسمٰعیل ہم سے اس لئے کمتر ہیں کہ وہ لونڈی سے ہیں اور ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ سے صحیح نہیں ہے اور واقعہ اور تاریخ دونوں کے خلاف ہے اور جس طرح تورات کے دوسرے مضامین میں تحریف کی گئی ہے اسی طرح اس واقعہ میں بھی تحریف کی گئی ہے اور واقعہ کی تمام تفصیلات کو حذف کرکے صرف "لونڈی" کا لفظ باقی رہنے دیا گیا ہے۔

ہاجرہ اصل میں عبرانی لفظ ہاغار ہے جس کے معنی بیگانہ اور اجنبی کے ہیں، ان کا وطن چونکہ مصر تھا اس لئے یہ نام پڑ گیا، لیکن اسی اصول کے پیش نظر زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ "ہاغار" کے معنی "جدا ہونے والے" کے ہیں اور عربی میں "ہاجر" کے معنی بھی یہی ہیں، یہ چونکہ اپنے وطن مصر سے جدا ہو کر یا ہجرت کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریک حیات اور حضرت سارہ کی خدمت گذا بنیں اس لئے ہاجرہ کہلائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دو اہم مقام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر عنوان بحث ختم کرنے سے قبل دو ایسے اہم مقامات کا ذکر کردینا از بس ضروری ہے جن کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بہت گہرا تعلق ہے اور جو پیروان ملت ابراہیمی کے لئے مقام بصیرت کی حیثیت رکھتے اور مجدد انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیغمبرانہ عظمت و جلال کو تابندہ تر بناتے ہیں۔

مقام اول

سورۂ ممتحنہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک خاص دعاء کا تذکرہ ہو رہا ہے وہ بارگاہ الٰہی میں دست طلب دراز کئے عجز و نیاز کے ساتھ یہ عرض کر رہے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

اے ہمارے پروردگار! ہم کو ان لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنا جو کافر ہیں

www.KitaboSunnat.com

جاتی یعنی "مومن" کو اس سوٹی پر ضرور پرکھا جاتا ہے۔

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝ (عنکبوت)

کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ جو لوگ دعویٰ ایمان کرتے ہیں وہ یوں ہی چھوڑ دیے جائیں گے اور آزمائے نہ جائیں گے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (انفال)

اور ان مشرکوں سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ مٹ جائے اور دین سب کا سب خالص للہ کیلئے رہ جائے۔

تو اب قابل توجہ یہ بات کہ اس دعاء ابراہیمی کی مراد کیا ہے؟ اور وہ کافروں کیلئے فتنہ نہ بننے سے متعلق کیا خواہش رکھتے ہیں؟

اختلاف ذوق کے پیش نظر علماء حق نے اس سوال کو تین طرح سے حل کیا ہے لیکن ان تینوں حقیقتوں پر غائر نظر ڈالنے کے بعد آسانی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ابراہیم ؑ کی یہ دعاء اپنی وسعت اور دقیق تعبیر کے لحاظ سے بیک وقت تینوں باتوں پر حاوی ہے۔

۱) حضرت ابراہیم ؑ درگاہ رب العزت میں یہ دعاء کر رہے ہیں پروردگار عالم! مجھ کو وہ زندگی بخش کہ میرا قول و عمل اور میری رفتار و گفتار اسوۂ حسنہ کی تعبیر ہو میں اگر ہادی بنوں تو اسوۂ حسنہ کا اور مجھ کو قیادت نصیب ہو تو رشد و ہدایت کی اور پھر اس پر استقامت عطا فرما ایسا نہ ہو کہ میں اسوۂ سیئہ کا رہنما اور قائد بن جاؤں اور فردائے قیامت میں امت کے گمراہ اور کافر تیرے حضور مجھ کو یہ کہہ کر شرمندہ کریں۔

رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۝ (احزاب)

اے ہمارے پروردگار! اس میں ذرا شک نہیں ہے کہ ہم نے اپنے قائدین اور اپنے بڑوں کی پیروی اختیار کر لی تھی پس انھوں نے ہی ہم کو راہ سے بے راہ کیا۔

یعنی وہ خواہش رکھتے ہیں کہ اگر راہنمائی اور قیادت ان کا نصیب ہے تو پھر وہ اسوہ اور قدوہ چھوڑ کر جائیں کہ کل کے دن "اولیاء الرحمن" کے زمرہ میں جگہ ملے اور ان کی زندگی کا راز "اولیاء الشیطان" کے ساتھ عداوت بن جائے۔ آیت کا سیاق و سباق اس معنی کی پوری تائید کرتا ہے اس لئے کہ آیت سے قبل مشرکین کے مقابلہ میں

www.KitaboSunnat.com

(۲) ابراہیم علیہ السلام اپنے ان جامع کلمات میں بارگاہ حق سے اس کے طالب ہیں کہ خدایا! تو ہم کو کافروں کے ہاتھوں آزمائش کے لئے نہ چھوڑ دینا کہ وہ ہم کو ایمان سے برگشتہ اور کفر کے قبول کرنے کے لئے طرح طرح کے مصائب و آلام کا شکار بنائیں اور جبر و ظلم کے ذریعہ راہ سے بے راہ بنانے پر آمادہ و دلیر ہو جائیں۔

اس معنی کا قرینہ یہ ہے کہ آیت زیر عنوان سے قبل یہ ذکر آچکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی امت جابت نے ذی اقتدار اور با اختیار کافر و مشرک جماعت کے سامنے جرات حق کے ساتھ یہ اعلان کر دیا کہ ہم تمہارے معتقدات کے قطعاً منکر ہیں کَفَرْنَا بِكُمْ اور ہمارے اور تمہارے درمیان اسلام کے اقرار و انکار اور قبول و عدم قبول کیلئے کھلا چیلنج ہے تو اس صورت حال میں از بس ضروری تھا کہ ایک باخدا انسان جلیل القدر پیغمبر عظیم المرتبہ ہادی، اپنی انسانی کمزوریوں پر نظر رکھتے ہوئے درگاہ الٰہی میں دست بدعا ہو کہ اے لازوال قدرت کے مالک! تو کسی طرح اور کسی حالت میں بھی کافروں کو ہم پر غلبہ عطا نہ فرما اور کافر کسی شکل میں بھی ہم پر ایسے قابو یافتہ نہ ہو سکیں کہ ایمان و کفر سے متعلق ہمارا یہ اعلان جنگ ہمارے لئے باعث امتحان و فتنہ بن جائے اور مشرک ہم کو کفر کی جانب واپس لانے کی جرات بے جا کر سکیں۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر فتنہ کہہ کر "عذاب" مراد لیتے ہیں اس لئے کہ فتنہ کی مختلف شکلوں میں سے ایک بھیانک شکل یہ بھی ہے اور عرض کرتے ہیں پروردگار ہم کو ایسی حالت پر کبھی نہ پہنچانا کہ ہم کافروں اور مشرکوں کے ہاتھوں طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہو جائیں اور نتیجہ یہ نکلے کہ اپنی پستی نکبت، ذلت و غلامی اور دشمنوں کی دنیوی عزت و جاہ، عروج و ترقی اور حاکمانہ اقتدار کو دیکھ کر یہ کہہ اٹھیں کہ اگر ہم حق پر ہوتے تو اس ذلت و خسران میں نہ ہوتے اور اگر شرک و کفر خدا کی نگاہ میں مبغوض ہوتا تو ان کافر اور مشرک جماعتوں کو یہ عزت و جاہ اور یہ فروغ حاصل نہ ہوتا یعنی ہم سے حق و باطل کا امتیاز ہی اٹھ جائے پس ایسے فتنہ سے ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رکھ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا یہ پہلو ہمارے لئے صد ہزار سامان عبرت و بصیرت رکھتا ہے اس لئے کہ گذشتہ ڈیڑھ صدی سے خصوصیت کے ساتھ اسلامی دنیا اپنی خود ساختہ غیر اسلامی روش کی بدولت جس طرح غیر اسلامی اقتدار، حاکمانہ جبر اور پنجۂ استبداد کے نیچے دبی ہوئی ہے اور ہر طرح بیچارہ و مجبور نظر آتی ہے اس نے ہم کو اس درجہ حقیر و ذلیل بنا دیا ہے کہ ہم سے ہمارے قوائے فکر و عمل بھی مفقود ہو چکے ہیں اور احساس کمتری میں مبتلا ہو کر ہم بے خوف و خطر یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اسلام نہ خدا پرستی کا نام ہے اور نہ عقائد و اعمال صالح کی زندگی کا

www.KitaboSunnat.com

حقیقی مومن وہی ہیں اور وہی اس طغرائے امتیاز کا مستحق، نہ کہ وہ خدا پرست مسلمان جو اس دولت سے محروم اور مجبور ہیں چنانچہ کتاب "تذکرہ" اسی خیال کی صدائے بازگشت ہے اور دین حق (اسلام) کی تعلیم سے ناآشنا اور مادیت سے مرعوب اکثر نوجوانانِ قوم کے بیباک خیالات اور ملحدانہ جذبات اسی پست اور شکست خوردہ ذہنیت کے آئینہ دار ہیں، یہی وہ خوفناک حقیقت ہے جس کے تصور نے مرکز وحدت کعبہ کے موسس ملت ابراہیمی کے داعی، دین حق کے مبلغ اور خدا کے مقدس رسول، ابراہیم ﷺ کو لرزہ براندام کر دیا اور انھوں نے عجز و زاری کے ساتھ اس ناپاک زندگی سے محفوظ رہنے کے لئے حضرت حق کے سامنے دست طلب دراز کیا کہ ہم پر وہ وقت کبھی نہ آنے کہ کفر کی شوکت و طاقت اس طرح پھل ڈالے کہ پرستاران توحید اس سخت اور کڑی آزمائش میں مبتلا ہو کر حق و باطل کے درمیان امتیاز بھی کھو بیٹھیں۔

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

مقام ثانی

سورۂ شعراء میں یہ سلسلۂ عبرت و بصیرت، انبیاء علیہم السلام کی دعوتِ رشد و ہدایت کا جو ذکر ہو رہا ہے، اس میں حضرت ابراہیم ﷺ کا بھی تذکرہ ہے حضرت ابراہیم ﷺ اپنی قوم کو توحید الٰہی کی تلقین اور شرک و کفر سے بیزاری و نفرت کی ترغیب دلا رہے ہیں، اسی حالت میں وہ توحید ذات صفات کا ذکر خیر کرتے ہوئے یک بیک خدائے واحد کی جانب دست بدعا ہو جاتے ہیں، گویا ایک دوسرے رنگ میں قوم کو اللہ رب العلمین کا پرستار بنانے کی سعی فرما رہے ہیں، حضرت ابراہیم ﷺ دعا کرتے کرتے درگاہِ ایزدی میں عرض کرتے ہیں

(پروردگار!) اور جس روز لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے تو اس دن مجھ کو رسوا نہ کرنا۔"

اس آیت کے تحت امام بخاریؒ اپنی الجامع الصحیح میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے جو کتاب التفسیر میں مختصر اور کتاب الانبیاء میں تفصیل کے ساتھ منقول ہے کتاب التفسیر میں منقول حدیث کا ترجمہ یہ ہے:

"حضرت ابراہیم ﷺ قیامت کے دن اپنے والد کو پراگندہ حال اور روسیاہ دیکھیں گے تو فرمائیں گے پروردگار! دنیا میں تو نے میری اس دعاء کو قبول فرمالیا تھا (یعنی پھر یہ رسوائی کیسی کہ میدان حشر میں اپنے باپ کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں) اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، ابراہیم ﷺ

[illegible]

www.KitaboSunnat.com

درگاہ الٰہی میں عرض رسا ہوں گے پروردگار! تو نے میری اس دعاء کو قبول فرما لیا تھا
مگر اس سے زیادہ رسوائی اور کیا ہو گی کہ میرا باپ (آزر) تیری رحمت سے انتہائی دور ہے
اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بلاشبہ کافروں پر جنت کو حرام کر دیا ہے پھر ہاتف غیبی آواز دے گا (اور بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پکارے گا) ابراہیم! قدموں کے نیچے دیکھ کیا ہے) حضرت ابراہیم دیکھیں گے کہ گندگی میں لتھڑا ہوا ایک بجو پیروں میں پڑا لوٹ رہا ہے تب فرشتے ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں اس کو پھینک دیں گے۔

مختصر حدیث میں قیامت کے دن آزر کی ہیئت کذائی کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ ٹھیک ٹھیک قرآن عزیز سورۃ عبس کی اس آیت کی تفسیر ہے جس میں قیامت کے دن کافروں کی یہ حالت بیان کی گئی ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ○ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ○ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ○

اور کتنے (لوگوں کے) منہ اس دن (ایسے) ہوں گے کہ ان پر گرد پڑی ہو گی اور ان پر کلونس چھا رہی ہو گی، یہی وہ (وہ لوگ) ہیں (دنیا میں) کافر اور بدکار ہیں۔

اور سورہ یونس میں مومنوں اور اصحاب جنت کیلئے اسی حالت کی نفی کی گئی ہے۔

لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ○

جن لوگوں نے دنیا میں بھلائیکی ان کے لئے (آخرت میں بھی) بھلائی ہے اور کچھ بڑھ کر بھی اور گنہگاروں کی طرح ان کے منہ پر نہ کلونس چھائی ہوئی ہو گی اور نہ ذلت، یہی ہیں جنتی کہ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

طویل حدیث میں دو نئی باتیں کہی گئی ہیں ایک یہ کہ حضرت ابراہیم آزر کی یہ حالت دیکھ کر درگاہ الٰہی میں مسطورۂ بالا دعاء کا ذکر کریں گے جو انبیاء کی دعاؤں کی طرح شرف قبول حاصل کر چکی ہے اور مطلب یہ ہو گا کہ باپ کی یہ رسوائی دراصل میری رسوائی ہے دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آزر کو بجو کی شکل میں مسخ کر دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کے اجزاء پر بحث کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آزر کو اس لئے مسخ کر دے گا تاکہ حضرت ابراہیم کا وہ حزن و ملال جاتا رہے جو آزر کے بشکل انسان رہنے کی صورت

www.KitaboSunnat.com

میں صحیح کر دیا جائے مگر مشہور محدث اسمٰعیلی اس روایت ہی کو مجروح اور لائق طعن سمجھتے اور صحت سند کے اعتراف کے باوجود سقم درایت کی بنا پر اس کو قبول نہیں کرتے وہ فرماتے ہیں

"اس حدیث میں یہ "سقم" ہے کہ اس سے حضرت ابراہیم پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ وہ العیاذ باللہ خدائے برتر کے متعلق "خلف وعد" کا شک کرتے تھے، تب ہی تو یہ سوال کیا؟ حالانکہ حضرت ابراہیم اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں اور وہ بلاشبہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی ہرگز نہیں کرتا لہٰذا ابراہیم کی جانب ایسی بات کی نسبت کرنا قطعاً درست نہیں وہ کسی طرح بھی آزر کی مشرکانہ زندگی و موت کے علم ہوتے ہوئے ایسا سوال نہیں کر سکتے"۔

اسمٰعیلی کے علاوہ بعض دوسرے محدثین نے بھی اس تفصیلی روایت پر جرح کی ہے، وہ کہتے ہیں یہ روایت بظاہر قرآن کے خلاف ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں حضرت ابراہیم کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ۝

اور (وہ جو) ابراہیم نے اپنے باپ کے لئے مغفرت کی دعاء مانگی تھی سو (وہ جو) ایک وعدہ (کی وجہ) سے مانگی تھی جو ابراہیم نے اپنے باپ سے کر لیا تھا۔ پھر ان کو جب معلوم ہو گیا کہ یہ دشمن خدا ہے تو باپ سے (مطلقاً) دست بردار ہو گئے، بیشک ابراہیم البتہ بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔

یہ آیت ناطق ہے کہ ابراہیم کو دنیا ہی میں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کا باپ آزر حیات کے آخری لمحہ تک خدا کا دشمن ہی رہا اور اسی پر اس کی موت ہوئی اس لئے انھوں نے دنیا ہی میں اس سے اپنی بیزاری اور بے تعلقی کا اعلان کر دیا تھا اور بتلا دیا تھا کہ خلیل الرحمٰن کو عدو الرحمٰن کے ساتھ کسی قسم کا واسطہ نہیں ہو سکتا۔

پس اس صورت حال کے بعد روایت کا یہ مضمون کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

حافظ ابن حجر مسطورہ بالا دونوں جرح کو نقل کرنے کے بعد ان کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

"حضرت ابراہیم کا اپنے باپ آزر سے اظہار بیزاری کس وقت پیش آیا؟ اس سلسلہ میں دو روایات منقول ہیں ایک حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ابن جریرؒ نے بسند صحیح اس طرح روایت کی ہے کہ جب آزر کا بحالت شرف و کفر انتقال ہو گیا تو حضرت ابراہیم کو یقین ہو گیا کہ وہ